بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالة فی الطواغیت

عصر حاضر کے طواغیت

مصنف ابوعبدالرحمٰن الاثری

مترجم عبداللہ السلفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَة

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی صَحبِہٖ ومن السنن بسنتہ واقتفی اثرہ الیٰ یوم الدین امابعد،

میں نے اس مختصر رسالہ میں زمانے کے بڑے بڑے طواغیت کا تذکرہ کیا ہے۔ان کے افعال صفات بیان کی ہیں تا کہ امت مسلمہ کے سامنے واضح ہو سکے کہ طواغیت کتنا بڑا خطرہ ہیں۔اس بارے میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ اور اہل علم کی آراء سے میں نے استدلال کیا ہے۔

میں اپنی اس ادنیٰ سی کوشش سے یہ امید رکھتا ہوں کہ امت مسلمہ کے سامنے طواغیت عصر کی وضاحت ہوجائے گی اور اللہ سے یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ ان طواغیت کو ہلاک کردے ان کا خاتمہ کر کے امت مسلمہ کو سکون وآرام دے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ مسلمان ملکوں کو ان طواغیت سے پاک کردے اور ان ممالک میں توحید کا بول بالا کردے۔وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اب ہم ترتیب سے اس زمانے کے بڑے بڑے طاغوتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

ابوعبدالرحمٰن الاثری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر مسلمان جانتا ہے اور جاننا بھی چاہئے کہ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنا ہر اختلاف، جھگڑا، تنازعہ کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے پاس لیجایا کریں۔

جیسا کہ فرمان ربیّ ہے:

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِی شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللهِ وَالرَّسُوۡلِ (النساء: 59)

''اگر تم کسی معاملے میں تنازعہ کر بیٹھو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس لیجاؤ۔''

اب اس زمانے کا طاغوت وہ ہیں جن کے پاس لوگ اپنے اختلافات اور جھگڑے لے کر جاتے ہیں مثلاً اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی، یا عالمی عدالت انصاف یا ملکی قوانین وعدالت یا سلامتی کونسل۔ یہ سب طاغوت ہیں جن کے پاس لوگ اپنے فیصلے لے جاتے ہیں اور اللہ و رسول ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہر موحد مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ اقوام متحدہ یا اس طرح کے دیگر فورم انسانوں کے وضع کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں جسے شیخ ناصر عمر نے دروس التوحید میں شرک قرار دیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

أَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ أَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡاْ بِمَآ أُنزِلَ اِلَیۡكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبۡلِكَ یُرِیدُوۡنَ أَن یَتَحَاكَمُوٓاْ اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ أُمِرُوٓاْ أَن یَكۡفُرُوۡاْ بِهٖ وَیُرِیدُ الشَّیۡطَـٰنُ أَن یُضِلَّهُمۡ ضَلَالًا بَعِیدًا (النساء: 60)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جن کا خیال ہے کہ وہ ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ ﷺ کی طرف نازل کی گئی ہے اور اس پر بھی جو آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ یہ طاغوت کا انکار کریں شیطان چاہتا ہے کہ

انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دیں۔''

مسلمانوں نے اپنے فیصلے اقوام متحدہ میں لے جا کر ہی طاغوت نہیں بنایا بلکہ یہ لوگ تو خود اس طاغوت کے بنیادی ارکان میں سے ہیں یہ لوگ اب طاغوتی ادارے کے رکن ہیں اور اس رکنیت پر فخر کرتے ہیں یعنی اقوام متحدہ کا رکن ہونا باعث افتخار شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ نہیں سوچتے کہ ایک طاغوت کے اعضاء بن گئے ہیں، بنیاد بن گئے ہیں دیگر اسلامی ممالک کی تو کیا بات کریں بزعم خویش دارالتوحید یعنی مملکت سعودی عربیہ 1365ھ سے اس طاغوتی ادارے کا رکن بن گیا ہے افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کفریہ عمل پر باقاعدہ فخر کیا جاتا ہے اور مزید قابل افسوس امر یہ ہے کہ بعض اہل علم جن کی بصیرت چھن گئی ہے وہ اس فیصلے یعنی اقوام متحدہ میں شمولیت کے لئے جواز کے دلائل ڈھونڈتے ہیں اللہ اس طرح کی گمراہی سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْكَـٰفِرُونَ (المائدہ: 44)

''جن لوگوں نے اللہ کی نازل کردہ (شریعت وقانون) کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو وہ کافر ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

فَـلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِـنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِيْ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا (النساء : 65)

''تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک (اے محمد ﷺ) اپنے اختلافی معاملات میں تجھے حاکم نہ مان لیں اور پھر آپ ﷺ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں خلش وتنگی بھی محسوس نہ کریں اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں۔''

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''طاغوت بہت سارے ہیں مگر ان کے سرغنہ پانچ ہیں ان میں سے وہ بھی ہے جو اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور وہ بھی ہے جو اللہ کے احکامات میں تبدیلی کرتا ہے یعنی خود قانون سازی کرتا ہے جس کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَـٰٓؤُاْ شَرَعُواْ لَهُم مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (شوریٰ: 21)

’’کیاان کے ایسے (اللہ کے) شریک ہیں جوان کے لئے وہ قوانین بناتے ہیں جن کی اجازت اللہ نے نہیں دی ۔‘‘

موجودہ دور کے طاغوتوں نے بعض شرعی احکام کو برقرار رکھا ہے جیسا کہ قتل اور میراث کے احکام ہیں ۔ بقیہ احکام میں طاغوت کے قوانین پر عمل کیا جاتا ہے خصوصاً تجارت کے معاملات تو مکمل طور پر انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق ہیں ۔محمد بن ابراہیم نے اپنے فتاویٰ کے جلد 12 صفحہ 250 تا صفحہ 256 میں کویت کے محکمہ ’’الغرفة التجارية ‘‘(ایوان تجارت) کے بارے میں الریاض کے امیر کے نام لکھتے ہیں ۔

جناب قابل قدر امیر الریاض حفظہ اللہ ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے جس ایوان تجارت کی بنیاد رکھی ہے اس کے اغراض ومقاصد سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ہم نے اس کے مندرجات پر غور کیا ہے خاص کر پیرا گراف 3 جس کا متن ہے ۔ایوان تجارت تاجروں کے باہمی اختلافات ختم کرنے کے لئے مجاز ادارہ ہے تاجر اپنے تجارتی تنازعات ایوان تجارت میں زیر بحث لائیں گے اور تمام تجارتی کمپنیوں کے تنازعات بھی اس ایوان میں پیش ہوا کریں گے ۔اسی طرح ہمارے پاس ایک کتابچہ آیا ہے جس کا عنوان ہے’’نظام المحكمة التجارية للمملكة العربية السعودية‘‘ اس میں ہم نے جتنے بھی تجارتی قوانین پڑھے ہیں وہ سب انسانوں کے وضع کردہ ہیں شرعی قوانین نہیں ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایوان تجارت جہاں تنازعات لے جانے کا حکم ہے اس ایوان میں فیصلہ کرنے کے لئے عدالت بھی ہوگی فیصلہ کرنے کے لئے قاضی یا جج بھی ہوگا اور جو حکام وہاں فیصلے کریں گے ۔وہ غیر شرعی ہوں گے بلکہ وکلاء اور قانونی ماہرین ہوں گے جب یہ بات ہے تو یہ ایوان اور اس کا پورا نظام اور فیصلے اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اور شریعت سے متصادم ہیں اللہ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے تنازعات واختلافات اللہ ورسول ﷺ کے پاس لے جایا کرو وہیں سے حلال حرام ، جائز ناجائز ،عقائد ،عبادات ،اور معاملات کے لئے رہنمائی حاصل کیا کرو۔چھوٹے بڑے تمام متنازعہ امور میں رجوع صرف اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی طرف کرنا ہے ۔اگر چھوٹے سے معاملے میں بھی غیر اللہ کے قوانین سے کروایا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ اللہ کے قانون اور رسول ﷺ کے فیصلے پر انسانی قانون کو ترجیح دی گئی ہے اور اللہ ورسول ﷺ کے حکم پر راضی نہیں ہیں ۔

غیر اللہ کے قوانین سے فیصلے کرانے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص اللہ کے دین کو مکمل نہیں سمجھتا اس

کے خیال میں دین ناقص ہے یہ لوگوں کے مسائل وتنازعات حل کرنے انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے کافی نہیں ہے اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ کافر اور خارج عن الملۃ (یعنی اسلام سے خارج) ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ بہت اہمیت وتوجہ کی مستحق ہے اسے کسی کے اجتہاد وعقل اور رائے پر نہیں چھوڑا جا سکتا کہ جب کوئی شخص چاہے اپنے فیصلے غیر اللہ کے قوانین کی طرف لے جائے اس لیے کہ صرف اللہ کے احکام کے مطابق فیصلے کرنا یہ بھی ایک اللہ کی عبادت کے مساوی ہے اور جس طرح غیر اللہ کے لئے کسی قسم کی عبادت جائز نہیں اسی طرح فیصلے بھی کسی کے قانون کے مطابق جائز نہیں اس لیے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مفہوم میں جہاں ایک اللہ کی عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت شامل ہے اسی طرح اس میں یہ بھی شامل ہے کہ حکم صرف اللہ کا ماننا ہے اور اطاعت صرف محمد رسول اللہ کی کرنی ہے انہی کے احکامات وقوانین کے مطابق تنازعات واختلافات حل کرنے ہیں۔ اسلام میں جہاد وقتال کس مقصد کے لئے کیا گیا ہے؟ تلوار کیوں اٹھائی گئی ہے؟ یہ صرف اور صرف تحکیم کے لئے۔ اللہ کے فیصلے اور قوانین نافذ کرنے کے لئے قتال ہوا ہے اس لیے کہ تحکیم کے بغیر تو انسان مؤمن ہی نہیں ہو سکتا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا (النساء : 65)

''(اے محمد ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتے جب تک تجھے اپنے اختلافی معاملات میں فیصل وحکم تسلیم نہ کرلیں اور پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں۔ اور اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں۔''

اسی طرح ارشاد ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ اللَّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْأٓخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء: 59)

''ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔''

مسلمانوں کے حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے ساتھ کسی اور کے حکم اور قانون کو برابر قرار نہ دے بلکہ اسے تو اسلامی قانون کا پشتبان اور تائید وحمایت کنندہ ہونا چاہئے سید المرسلین ﷺ کی

شریعت کا محافظ ہونا چاہئے۔ یہ چند گزارشات میں نے اپنی ذمہ داری اور فرض سمجھ کر کی ہیں اور اللہ ورسول کے احکامات کی تائیداور حکمرانوں اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے ایسا کیا ہے۔تاکہ شیطان ہمارے حکمرانوں کوغیراللہ کےقوانین کا تابع نہ بنائے اورانہیں دین سے دور نہ کردے انہیں مغضوب علیہم اور ضالین ومشرکین کے پیچھے چلنے پر آمادہ نہ کردے۔

جہاں تک اصول تجارت اور تجارتی امور کونمٹانے کا معاملہ ہےتو شریعت میں اس کے لئے بہترین اصول وقوانین موجود ہیں جن کواپنانے سے تجارت میں ایسی ترقی ہوسکتی ہے کہ جوانسانی قوانین سے ممکن نہیں ہےاس لیے کہ ہمارا ایمان ہے کہ نبی ﷺ جوشریعت لے کرآئے ہیں اس میں لوگوں کے لئے ہرقسم کی بھلائی موجود ہےصرف اسے اپنانے کی دیر ہے۔ نبی ﷺ نے جس قسم کی تجارت وکاروبار سے منع کیا ہےاگرچہ بظاہر مادہ پرستوں کواس تجارت میں فائدہ نظرآتا ہےمگر درحقیقت وہ سراسرخسارے ونقصان کا کاروبار ہےاس میں دنیاوی واخروی بربادی مضمر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا۟ وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ (البقرہ:276)

''اللہ سود کومٹاتا ہےاورصدقات کو بڑھاتا ہے۔''

لہٰذا تجارت میں شریعت کے اصولوں کومدنظر رکھنا چاہئے ان کی مخالفت سے بچنا چاہئے لہٰذا ہم حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ ایوان تجارت کے ارکان سے کہے کہ وہ ایسے علماءاور قاضیوں سے رابطہ کریں جن کے پاس تجارت سے متعلق مکمل دینی ودنیاوی معلومات ہوں اور وہ ملکی تجارت کے لئے ایسے اصول وقوانینِ شریعت واضح کردیں کہ جن کی روشنی میں تجارت صحیح اسلامی طریقوں سے ہوتی رہے۔ یہ علماء تجارت کے اصول وضع کرنے میں نصوص شرعیہ اوراقوال علماءکو مدنظر رکھیں اور دنیاوی عالمی تجارت کے اصول وقواعد بھی سامنے رکھیں کہ دنیا کے ساتھ تجارت بھی ہوتی رہےاورشریعت کی مخالفت بھی نہ ہو۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم جناب صدرصاحب ایوان تجارت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے آپ کا خطاب سنا جوایوان تجارت کے اغراض ومقاصد اوراس کے فوائد سے متعلق تھا اوراس ایوان سے تجارت کی رفتارمیں جواضافہ ہوا ہےاس بارے میں آپ نے خطاب فرمایا ہےاس سلسلے میں چندگزارشات آپ تک پہنچانا اپنا دینی واخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔امید ہے کہ توجہ فرمائیں گے(محمد بن ابراہیمؒ)

1- اختلافی معاملات وتنازعات میں فیصلہ کرنے کی ذمہ داری اس شخص کو دینی چاہئے جس کو شریعت کے بارے میں معلومات ہوں جو شرعی اصولوں کی روشنی میں فیصلے کرتا ہو اگر کسی میں یہ خوبی نہیں ہے تو وہ کتنا ہی تجربہ کار ،ہوشیار اور مشّاق ہو شرعی اصولوں اور فقہی مسائل شخصی حقوق سے واقفیت قاضی کے لئے لازمی ہے تاکہ وقتی ضروریات اور شرعی احکام دونوں کو مدنظر رکھ کر فیصلے کرتا ہو۔

2- انسانی عقل جتنی بھی ترقی کر جائے وہ تنہا رہنمائی کی صلاحیت نہیں رکھتی نہ ہی دنیوی واخروی سعادت کے حصول کا واحد ذریعہ بن سکتی ہے اور نہ ہی شریعت کی روشنی کے بغیر انسانی مسائل ومشکلات حل ہوسکتی ہیں اگر صرف عقل ہی کافی ہوتی اور صرف عقل سے ہی حق وباطل کا فیصلہ ممکن ہوتا تو رسولوں کی بعثت اور کتابوں کے نزول کی ضرورت نہ رہتی جس قوم نے بھی تنہا عقل کو رہنمائی کے لئے کافی سمجھا اس قوم نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈالا ہے اور امت محمدیہ ﷺ سے باہر نکل چکی ہے جیسا کہ جہمیہ اوران کے ہم خیال فرقے ہیں۔

3- یہ بات بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت سے قبل شہروں اور دیہاتوں کے باشندے اپنے تنازعات میں اپنی عقل تجربےاور حالات وواقعات وشواہد دیکھ کر فیصلے کرتے تھےاور یہ بھی ثابت ہے کہ ان کے یہ فیصلے فریقین کو منظور بھی ہوتے تھے ان کے فیصلے مانے جاتے تھے ان سے تنازعات حل ہوتے تھے مگر اس کے باوجود شریعت اسلامی نے آکر انسانوں کے طریقوں اور رواجوں سے سختی کے ساتھ منع کیا اوران حکام کو بدترین ناموں سے موسوم کیا انہیں طاغوت اور شریک کہا گیا۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَـٰٓؤُاْ شَرَعُواْ لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (شوریٰ: 21)

’’کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے لئے ایسی شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی ہے۔‘‘

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ الْكَـٰفِرُونَ (المائدہ: 44)

’’جن لوگوں نے اللہ کی نازل کردہ (شریعت) کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو وہ لوگ کافر ہیں۔‘‘

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُواْ نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَـٰبِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُواْ هَـٰٓؤُلَآءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ ءَامَنُواْ سَبِيلًا ۔ (النساء: 51)

''کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے حصہ دیا گیا ایمان لاتے ہیں جادو اور طاغوت پر اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ مؤمنوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔''

4- صلح کی کچھ حدود ہیں جو مشہور و معروف ہیں ہر قسم کی صلح جائز نہیں ہوتی صلح کی دو قسمیں بنتی ہیں ایک عادلانہ اور دوسری ظالمانہ اور یہ اقسام وہی جان سکتا ہے جو شریعت کا علم رکھتا ہو اور اس کے احکام کو اچھی طرح سمجھتا ہو اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں صلح جائز ہے (البتہ وہ صلح جائز نہیں) جس میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا جائے۔ (ترمذی)

5- شریعت اسلامی مکمل ہے اپنے نزول کے مقصد کو پورا کر رہی ہے تنازعات کے فیصلوں کے لئے بھی یہ کافی ہے اور فیصلے بھی واضح اور دوٹوک کرتی ہے اطمینان بخش اور عقل میں آنے والے۔ مصلحتوں کے مطابق ہوتے ہیں اس لیے کہ شریعت کو نازل کرنے والا اللہ الرحم الراحمین ہے۔ احکم الحاکمین ہے وہ بندوں کی مصلحت، ان کے نفع ونقصان سے اچھی طرح باخبر ہے اس لیے اس اللہ نے شریعت سازی کا کام کسی کے حوالے نہیں کیا وہ خود ہی شریعت ساز ہے اور رسول ﷺ شریعت پہنچانے والے ہیں۔ ایسا کون سا تنازعہ ہے جس کا حل شریعت میں نہیں ہے؟ اللہ کی قسم (ایسا کوئی تنازعہ نہیں جس کا حل شریعت اسلامی میں نہ ہو) یہ شریعت مکمل ہے اس کا لایا ہوا نظام انصاف پر مبنی اور مکمل ترین نظام ہے۔ فقہ اسلامی جو کہ کتاب وسنت سے مستنبط ہے وہ کسی بھی لحاظ سے روم کے قوانین اور انسانوں کے وضع کردہ آئین سے کسی بھی لحاظ سے کم تر نہیں ہے۔ اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ہر تنازعہ کا فیصلہ شریعت سے کرانا ضروری ولازمی ہے یہ حق صرف شریعت کو ہی حاصل ہے کہ وہ تنازعات جھگڑوں کے فیصلے کرے ہر شخص کو اس کا حق شرعی طریق اور آسمانی نظام کے توسط سے ملے یہی نظام کامیاب ہے نجات دہندہ ہے ہر مسلمان کو پسند ہے یہی وہ طریقہ اور راستہ ہے جس پر دورِ رسالت ﷺ سے آج تک مسلمان عمل پیرا ہیں اس کے ذریعے سے کامیابیاں حاصل کرتے رہے ہیں اپنے اغراض ومقاصد تک رسائی حاصل کر چکے ہیں اسی نظام کی بدولت انہوں نے لوگوں کے دل بھی جیتے ہیں اور ملکوں کو فتح بھی کیا ہے دنیا کی اقوام اسی نظام کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئی ہیں انہیں بطور حکمران تسلیم کرتی رہی ہیں۔ مسلمان حکمران عدل وانصاف میں اسی نظام کی وجہ سے ضرب المثل تھے اس کے علاوہ دیگر نظامہائے حیات وطرق سیاست ہمیشہ سے لوگوں کی تنقید کا نشانہ بنے ہیں عوام ان سے مطمئن نہیں رہے۔ اس پر قناعت نہیں کرتے تھے ان نظاموں کے نفاذ کا انجام بھی ہمیشہ سے براونا کام ہی رہا ہے بلکہ یہ نظام اسلامی معاشرے کے بگاڑ اور خاتمے کا سبب ہیں ان کے

نفاذ سے معاشرے میں افراتفری، اختلافات اور انارکی پھیلتی رہی ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلَـٰفًا كَثِيرًا (النساء: 82)

''اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

غیر الٰہی نظام کا نفاذ یا ان کو قبول کرنا یا صحیح سمجھنا دراصل فیصلے اور حکم کا اختیار انسان کو دینا ہے اور اسے یہ اختیار دینا ہے کہ وہ اللہ کے نظام اور حکم کے خلاف کھڑے ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ کی شریعت پر قناعت نہیں کی گئی ہے۔ اس طرح انسان اپنی رائے سے عقل سے فیصلے کرے گا اور اس طرح ہر انسان خود کو قانون سازی کا اہل سمجھے گا حالانکہ انسان اللہ کے علاوہ کسی اور کی فکر، سوچ اور ذہنی خیالات کا تابع نہیں ہے۔ اللہ آپ کو بھی اس سے محفوظ رکھے۔

(محمد بن ابراہیمؒ کی طرف سے ایوان بالا کے رئیس کے نام مراسلہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایوان تجارت سے متعلق آپ کے خطاب اور مجلس شوریٰ کے فیصلے سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں بلکہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جس عقیدے پر کاربند ہیں اور جس دین کو اختیار کیے ہوئے ہیں اور جسے دیگر علمائے اسلام اور مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے وہ اللہ کا دین ہے جس سے روگردانی کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں نہ کسی مسلمان حکومت کو اس سے اعراض کی مجال ہے اس شریعت کو تھامے رکھنے کا تقاضا ہے کہ ہم ایوان تجارت کو ختم کر دیں یا اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اسی طرح محکمہ تجارت کو بھی ختم کر دیں اس لیے کہ ان میں سے ایک قرآن وسنت کو چھوڑنے کا سبب ہے کہ تاجروں کے فیصلے کرتا ہے (اپنے قوانین کے مطابق) اور دوسرا شیطان کے پھیلائے ہوئے اس سوچ کا نتیجہ ہے کہ انگریز کا بنایا ہوا قانون بہتر ہے انہوں نے بڑی محنت وکوشش سے تجارت کے لئے اچھے اچھے قوانین بنا رکھے ہیں جن سے سرمایہ کاری میں اور دولت بڑھانے اور محفوظ وجمع رکھنے میں مدد ملتی ہے اگر چہ یہ شریعت مخالف ہو یا موافق اس پر کوئی غور نہیں کیا جاتا اس طرح ایسی سوچ پھیلانے والے سرمایہ پرستوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو اس غیر الٰہی قوانین کے نفاذ کو معیوب نہیں سمجھتے جو لوگ انسان کے وضع کردہ قوانین کو بہتر سمجھتے ہیں وہ دغاباز اور جھوٹے ہیں۔ انسانوں میں کسے تحکیم کا اختیار حاصل ہے کہ اس کے فیصلوں اور احکام پر عمل کیا جائے اور فریقین اس کے حکم پر اتفاق کر لیں؟ (اگر ایسا ممکن ہوتا کہ انسانی قانون یا کسی انسان کے فیصلے پر اتفاق ہو سکتا تھا تو اللہ اس کو جائز

قرار دینا ایسا ممکن نہیں جبھی تو اللہ نے صرف نبی ﷺ کو حکم قرار دیا ہے) کیا اللہ کا فرمان نہیں ہے۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَھُم . (النساء: 65)

''تیرے رب کی قسم (اے محمد ﷺ) یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تنازعات میں تجھے فیصل وحکم تسلیم نہ کرلیں۔''

یحکمو میں ضمیر متخاصمین کی طرف ہے۔لہٰذا کسی بھی فریق کا حکم یا فیصلہ کرنے کرانے کا اختیار نہیں سوائے اللہ کے کہ وہ شریعت کی رجوع کرلیں اور شرعی قاضی اور حاکم سے فیصلہ کروائیں۔اسی طرح فریقین میں کسی کو یہ اختیار بھی نہیں کہ وہ چاہیں تو شرعی کورٹ سے فیصلہ کروائیں یا دوسری عدالت سے۔ پہلے یہ اختیار حاصل تھا اب ایوان تجارت بنانے سے بھی یہی اختیار واپس آ گیا صرف طریقہ تبدیل ہے کیا ہمارے لیے عبرت وسبق کے طور پر وہ حکومتیں اور ممالک کافی نہیں جنہوں نے انسانوں کے وضع کردہ آئین اور قانون کو اپنایا تو وہاں سے رہا سہا اسلام بھی رخصت ہوا اور صرف نام کی اسلامی حکومتیں یا اسلامی ممالک رہ گئے اور ایسا دور بھی آیا تھا جب مسلم حکمرانوں نے شریعت کو چھوڑ کر انسانی قوانین اپنائے تو وہ اس حال تک پہنچ گئے کہ ان کے ملک میں سرے سے اسلامی قوانین ہی ختم ہو گئے اور انہیں ہر معاملے میں غیر اسلامی ملکوں اور شخصیات کے قوانین اپنانے پڑے انہوں نے روس۔انگریز اور چنگیز خان تک کے قوانین کا سہارا لیا جن کا شریعت اور اس کے نصوص سے ودلائل سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

کسی شخص کے بارے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ حلال کردہ یا حرام کردہ اشیاء میں یا اس کے احکامات اور معاملات میں کسی قسم کی تنگی یا مشکلات ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّینِ مِنْ حَرَجٍ (حج: 78)

''اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں ڈالی''۔

بلکہ اس میں مکمل طور پر آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمان کے استحکام اور کامیابی کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ اسلام کو نافذ کریں اس کے مطابق حکومت کریں ہاں البتہ باطل پرستوں کے ذاتی اغراض اور سرمایہ پرستوں کی خواہشات سے اسلامی احکام متفق نہیں ہو سکتے اس لیے کہ یہ لوگ مختلف ظالمانہ طریقوں اور حربوں سے مال ودولت اکھٹی کرتے ہیں اس طرح اسلام کفریہ اعتقادات اور لادین طریقوں کے

ساتھ بھی نہیں چل سکتا۔سود کے ساتھ۔حرام اور گھٹیا طور طریق کے ساتھ بھی دین اسلام نہیں چل سکتا یہ ممکن ہی نہیں کہ اسلام ان لوگوں کے ساتھ اتفاق کرلے یا ان کے مقاصد کی تکمیل کرے اسلام عدل اور حقوق کی پاسداری کرنے والوں کے ساتھ چل سکتا ہے کہ اسلام انسانوں کے حقوق کی حمایت وحفاظت کرتا ہے انہیں ہر قسم کے ظالموں سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔اگر اسلامی ممالک کی عدالتیں صحیح عدل سے انحراف نہ کریں بلکہ فریقین میں ایسی صلح کرائیں جس کی بنیاد شرعی عدل ہو اگر ایسی عدالتیں اسلامی ممالک میں ہی نہ ہوں تو پھر کہاں ہوں گی؟ اور جب صورت حال یہ ہو جائے کہ اسلامی ممالک میں ہی شرعی عدالتیں نہ ہوں تو پھر لوگوں کا یہ اعتقاد پختہ ہو جائے گا کہ اسلام میں مسائل کا حل نہیں ان کا شک یقین میں بدل جائے گا اس طرح شیطان کو موقع مل جائے گا کہ وہ لوگوں کو بہکائے گمراہ کرے اور ان کے دلوں میں شریعت کی نفرت بٹھادے سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس سوائے دین کی بنیاد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اور ہے کیا ان کی پہچان اس کے علاوہ کیا ہے، ان کے اعتقاد علم وعمل کی بنیاد کیا ہے۔دین کے منافی ومعارض افکار ونظریات سے براءت وبیزاری کا اعلان کریں تو پھر دین کے علاوہ کس چیز کو اپنائیں گے؟ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی بنیاد یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے وابستہ رہیں ایک اللہ کی عبادت اور رسول ﷺ کی اتباع کو لازم پکڑیں ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی طرف رجوع کریں۔امیر مامور سب شریعت کی پیروی کو اپنا شعار بنائیں۔ والسلام علیکم

ایوان تجارت وغیرہ کی طرح فوج میں بھی ایک ادارہ ہے جسے افواج کی کمیٹی کہا جاتا ہے یہ کمیٹی فوج سے متعلق امور کے فیصلے یورپی قوانین کے مطابق کرتی ہے۔اس کمیٹی کو بھی چاہیے کہ وہ انسانی قوانین کے بجائے شرعی قوانین کو اختیار کرے۔

اسی طرح ایک محکمہ محنت کشوں اور مزدوروں کے لئے بھی بنایا گیا ہے وہاں بھی فیصلے انسانی قوانین کے مطابق ہوتے ہیں انہیں شیخ عبداللہ بن حمیدؒ نے الدرر السنیۃ میں غلطیوں، تناقضات اور گمراہی کا محکمہ قرار دیا ہے۔یہ سب محکمے اور ان میں رائج وضعی قوانین اس ملک میں ہیں جہاں حکومت توحید کی دعویدار ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیمؒ نے اپنے خطوط میں ان حکومتی ذمہ داروں کو نصیحت کے دوران بہت رسوا اور لاجواب کیا ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیمؒ سے یہ لوگ ڈرتے بھی ہیں کہ ان کا شاہی خاندان سے رشتہ داری کا تعلق ہے اس لیے

حکومت کے کارندے ان کے خلاف کھل کر کاروائی نہیں کر سکتے البتہ ان کے خلاف مختلف حیلے بہانوں سے سازشیں کرتے رہتے تھے جن کا شیخ کو علم نہیں تھا۔

محمد بن ابراہیم نائب وزیراعظم کے نام مراسلے میں لکھتے ہیں۔

کہ عبدالوہاب بن علی القحطانی کے مقدمہ میں وزارت مواصلات نے متوفی موسیٰ النہیان کے قتل خطاء میں ورثہ کو **27** ہزار ریال دیئے ہیں اوراس کے لئے وزارت محنت وافرادی قوت کے قوانین کا سہارا لیا گیا ہے اس بارے میں آپ کا یہ فرمان کہ وزارت مواصلات پولیس کی تصدیق، حادثہ کی تحقیقات اور شرعی فیصلے کے بغیر اس طرح کے معاملات نہ نمٹائے یہ ہماری رائے سے موافق فرمان ہے۔ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایسے تنازعات میں شریعت کورٹ کا فیصلہ ہی معتبر ہوتا ہے وزارت مواصلات نے محنت کشوں کے لیے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق جوادائیگی کی ہے یہ قوانین مشاورتی ہیں غیر شرعی ہیں ان کو برقرار رکھنا ان کی تائید کرنا جائز نہیں ہے۔ والسلام علیکم

محمد بن ابراہیم کا الریاض کے چیف جسٹس کے نام مراسلہ

محترم چیف جسٹس صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وزارت محنت وافرادی قوت سے متعلق آپ کے خیالات سے آگاہی ہوئی۔ان معاملات میں وزارت کو اگر غیر شرعی قوانین پر عمل مشکل ہورہا ہوتو اسے چاہیے کہ اس میں مزید غور وفکر کرے اس لیے یہ اس کی ذمہ داریوں میں سے ہے کافی غور وخوض کے بعد بھی اگر شریعت کے قانون پر ان کے لیے عمل ممکن نہ ہوتو پھر وزارت کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ اپنے قوانین کو اس طرح (بنائیں اور) نافذ کریں کہ وہ اللہ کے نازل کردہ شریعت سے متصادم نہ ہو۔عدالت کو یہ اختیار نہیں ہونا چاہئے کہ وزارتوں کو اس طرح کے قوانین کے نفاذ کی اجازت دے (جو شریعت سے متصادم ہوں) اگر عدالت ایسا کرے گی تو اس کے بارے میں لوگوں میں یہ تاثر پھیلے گا کہ عدالت شریعت کے بغیر فیصلوں کی تائید وحمایت اور تعاون کر رہی ہے۔امید ہے کہ میری گزارشات پر توجہ دی جائے گی۔والسلام علیکم

قاضی طریف کے نام محمد بن ابراہیمؒ کا مراسلہ

آپ کے اور عبدالعزیز بن فراج اور منصور ابن نبقان کے مابین خط وکتابت سے ہمیں آگاہی ہوئی ہمیں آپ کے مکتوبات میں کچھ کمزوریاں اور آپ کے ضعف ادراک کا احساس ہوا اس لیے کہ آپ نے ایک جگہ لکھا کہ یہ معاملہ حکومت کے سپرد کیا جائے وہ جس طرح چاہے فیصلہ کرسکتی ہے یعنی محنت وافرادی قوت کی وزارت کے حوالے کیا جائے تعجب ہے آپ جیسے لوگ غیر شرعی عدالتوں میں جانے پر کیسے راضی ہوسکتے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ آپ ہر معاملے کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھیں اور اگر آپ کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو تو اسے کورٹ کو بھیج دیں اور اس کے حل کی جو صورت آپ کے ذہن میں ہے وہ بھی عدالت کو لکھ بھیجیں۔ قاضی کا فرض بنتا ہے کہ وہ فیصلہ میں غور وفکر سے کام لے ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض جج محنت کشوں کا کیس وزارت محنت وافرادی قوت میں یہ کہہ کر بھیج دیتے ہیں کہ (یہ ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں) یا یہ وزارت کے مخصوص امور سے تعلق رکھتا ہے کیس بھیجتے وقت وہ سوچتا ہی نہیں کہ شریعت اسلامی انسانی احوال کی اصلاح کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے ہر شعبے ہر میدان میں مالی امور ہوں یا انتظامی۔ یہ دین تنازعات اور جھگڑے نمٹانے اور ہر مشکل جو حل کرنے کے لئے کافی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے باوجود کیس دوسرے محکموں کو بھیجتا ہے تو اس کا مطب یہ ہوگا کہ وہ وضعی قوانین کی مکمل صلاحیت کا اقرار کرتا ہے اور اس قانون سے موافقت کررہا ہے جو شریعت مطہرہ کے مخالف ہے اور اپنے اس عمل سے یہ ظاہر کررہا ہے کہ میں شریعت کی رو سے اس مسئلہ کے حل سے عاجز ہوں یا سستی کی وجہ سے تحقیق نہیں کرسکا یا اپنی ذمہ داریوں سے فرار چاہتا ہے لہٰذا جج کو چاہئے کہ اس کے پاس جو بھی مقدمہ آجائے اس میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اس کے لئے تحقیق وجستجو اور کوشش کرے جہاں تک بھی استطاعت ہو کسی بھی مقدمہ اور کیس کو واپس کرنے یا کسی اور محکمے کی طرف بھیجنے سے احتراز کرے اگر کسی مقدمہ میں مشکلات درپیش ہوں تو ہمیں لکھ بھیجیں ان شاء اللہ ہم اس کا حل شریعت کی روشنی میں پیش کریں گے۔

محمد بن ابراہیم کا مراسلہ الریاض کے امیر کے نام

سلام کے بعد عرض ہے عبدالعزیز بن علی الصقیہی کے کار کے حادثہ سے آپ نے اپنے خطاب میں کہا ہے کہ ہم اس کے لئے خصوصی عدالت بنائیں گے تاکہ وہ ٹریفک کے لئے اور ڈرائیوروں کے لئے نظام وضع کرے تاکہ عدالتوں کو ایسے امور نمٹانے میں معاون ہو۔ ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کسی نظام کو وضع کرنے کا حکم دینے کی کسی قسم کے اختیار کی گنجائش کسی کے لئے نہیں ہے جس طرح کے شرعی عدالت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس نظام کو اپنائے جس کی

طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اس لیے کہ اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ شرعی عدالت میں ان امور کو نمٹانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ نافذ کرنے کے لئے انسانوں کا وضع کردہ نظام ہی بہتر ہے۔ حالانکہ (جس حکومت میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے) اس کا آئین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے اس لیے تو اس ملک میں شرعی عدالتیں بنائی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ (النساء: 59)

''اگر کسی معاملے میں تنازعہ کر بیٹھو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔''

اس کے علاوہ جو بھی تنازعات نمٹانے کے طریقے ہیں سب جاہلیت کے احکام ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدہ: 50)

''کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم تلاش کر رہے ہیں۔ اللہ سے زیادہ متوازن حکم کس کا ہو سکتا ہے یقین کرنے والی قوم کے لئے؟۔''

انصاف فراہم کرنے والے اداروں میں طاغوتی نظام رائج ہے جسے اللہ اچھی طرح جانتا ہے اور دیگر ایسے امور بھی ہیں (جو خلاف شرع ہیں) فقط والسلام چیف جسٹس محمد بن ابراہیمؒ

مشہور محدث سلیمان العلوان کہتے ہیں ابن عباس کی طرف منسوب روایت جس میں ہے کہ ''کفر دون کفر'' یعنی کفر کے درجات ہیں (کچھ کفر کم ہیں کچھ کفر زیادہ) یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے اسے مروزی نے ''**تعظیم قدر الصلاۃ**'' میں روایت کیا ہے اور مستدرک میں حاکم نے بھی **هشام بن حجير عن طاؤس عن ابن عباس** سے روایت کیا ہے۔ ہشام کو امام احمد، یحیی بن معین، عقیلی اور محدثین رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے۔ علی بن مدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے یحیی بن سعید رحمہ اللہ کے سامنے روایت بیان کی **حدثنا جريج عن هشام عن ابن حجير** تو یحیی بن سعیدؒ نے کہا کہ اس کی روایت کو چھوڑنا میں زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا میں اس کی حدیث بیان کروں؟ اس نے کہا ہاں۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم ہشام بن حجیر کی وہ روایت نہیں لیتے تھے جو کسی اور کے پاس نہ ہوتی تھی (جس میں وہ متفرد ہوتا تھا) جبکہ مذکورہ الصدر حدیث میں وہ متفرد ہے مزید یہ کہ ثقہ نے اس کی مخالفت کی ہے جیسا کہ عبداللہ بن طاؤس رحمہما اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی

نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْكَـٰفِرُونَ﴾ (المائدہ : 44) کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''هی کفر '' یہی کفر ہے۔دوسری جگہ الفاظ ہیں ''هی به کفر '' یہی تو اللہ کے حکم کا کفر وانکار ہے ایک اور جگہ ان کے الفاظ ہیں ''کفی به کفر '' یہی عمل اس کے کفر کے لئے کافی ہے۔(عبدالرزاق نے اسے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے)اور ابن جریر نے بھی اور وکیع (نے اخبار القضاۃ میں اسے ذکر کیا ہے) سند صحیح سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی قول ثابت ہے کہ انہوں نے اسے کفر مطلق کہا ہے (دون کفر نہیں)۔

ہشام بن حجیر کی روایت دووجہ سے منکر ہے

1- اس میں وہ متفرد ہے۔

2- اپنے سے اوثق کی مخالفت کر رہا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ''هی کفر ''هی به کفر ''اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک آیت مطلق ہے اور اس سے کفر ہی مراد ہے شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ جب کفر پر الف لام آ گیا (الکافرون) تو یہ کفر اکبر بن گیا جب تک کوئی اور قرینہ اس کو تبدیل کرنے والا نہ ہو۔شیخ سلیمان العلوان مزید فرماتے ہیں ۔ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں فرمایا ہے۔جس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی محکم شریعت چھوڑ دی اور دوسری منسوخ شریعت کو اختیار کیا اس کی طرف چلا گیا تو اس نے کفر کر لیا (جب منسوخ شدہ آسمانی شریعت کو اختیار کرنے والا ایسا ہے) تو پھر الیاسا کی طرف جانے والے کو کیا کہیں گے جو اسے شریعت محمدی ﷺ پر مقدم رکھے جس نے بھی ایسا کیا وہ باجماع مسلمین کافر ہے ۔ یہ صحیح اور حق بات ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔اس سے بھی زیادہ اس شخص کے کفر پر اجماع نقل ہونا چاہئے جو اللہ کی شریعت سے روکتا ہے دین کے احکام کو تبدیل کرتا ہے اور اپنی قوم پر ایسے قوانین نافذ کرتا ہے کہ لوگ اس کی طرف اپنے مالی دیوانی اور فوجداری مقدمات لے جاتے ہیں اس طرح عملی طور پر وہ ان قوانین کی حمایت کرتے ہیں اور شریعت کے انکار کے مرتکب ہوتے ہیں اِن قوانین کو سیکھنے اور ان کے دفاع میں اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں ۔ابن کثیرؒ کے اجماع کے بارے میں بعض ہمعصروں نے کہا ہے کہ یہ صرف تاتاریوں کے لئے ہے یا ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے جنہوں نے نواقض اسلام کو خلط کیا جس کی وجہ سے شریعت کا انکار لازم آتا ہے اور اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ دوسرے قوانین کا جواز ثابت ہوتا ہے (جس نے بھی ابن کثیرؒ کے اجماع کے بارے میں یہ کہا ہے) یہ اس کا ذاتی خیال ہے جو کسی قسم کی علمی حقائق اور دلائل پر مبنی نہیں ہے ۔اس قول میں واضح طور پر توحید اور اصلاح

کی دعوت دینے والوں پر حملہ نظر آ رہا ہے اور الفاظ ومطالب میں بھی صرف تخمینے سے کام لیا گیا ہے ائمہ کے اقوال سے ناواقفیت بھی اس میں واضح ہے اس لیے کہ اس اجماع کو نقل کرنے والے صرف ابن کثیرؒ نہیں ہیں بلکہ متقدمین ومتأخرین میں بہت سے ائمہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔اس شخص کو کیونکر کافر نہ کہا جائے جو شریعت کو معطل کردے اور خود کو منصب تحلیل وتحریم پر فائز کردے خود ہی کسی چیز کے اچھی یا بری ہونے کے فیصلے کرے ایسی عدالتیں بنائے جہاں مقدمات وتنازعات لے جائے جاتے ہوں اور (وہ عدالتیں اتنی بااختیار ہوں) کہ ان سے کسی قسم کا سوال یا ان کے فیصلوں پر اعتراض وتعاقب تک ممنوع ہو (ورنہ توہین عدالت کا کیس بن جاتا ہو)

جس مصنف نے تاتاریوں کی کفر کی وجہ سے شریعت سے انکار اور شریعت کے حرام کردہ کو حلال قرار دینا لکھا ہے وہ شاید مرجئہ میں سے جو صرف حرام وحلال میں تبدیلی کو کفر خیال کرتے ہیں یا شریعت کے واضح انکار کو کفر کہتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ عقل ونقل دونوں کے لحاظ سے باطل ہے۔حرام کو حلال قرار دینا کفر ہے اگر چہ اس کے ساتھ غیر اللہ کے حکم پر تحکیم نہ بھی ہو جبکہ آیت میں واضح طور پر اللہ کے نازل کردہ شریعت پر فیصلہ نہ کرنے کو کہا گیا ہے ۔متاخرین میں سے بہت سے لوگ مرجئہ کے نظریات سے متأثر ہیں جو کہتے ہیں کہ جس نے بھی کفریہ قول یا عمل کیا وہ کافر ہے مگر وہ عملی کافر نہیں بلکہ اس کا عمل کفر کو متضمن ہے کفر پر مشتمل ہے اور اس عمل سے اس کے دلی تصدیق کی نفی ہورہی ہے اور اس کے دعوی ایمان کی تکذیب ہے جبکہ کچھ مرجئہ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ کسی عمل سے انسان کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ (شریعت کا) انکار نہ کردے یا شریعت کے حرام کردہ کو حلال نہ سمجھے۔مرجئہ کا یہ نظریہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع کے خلاف ہے۔اس لیے کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا کفر ہے اس میں کسی نے بھی یہ شرط نہیں لگائی کہ گالی دینے والا اس کو حلال بھی سمجھتا ہو تب کافر ہے نہ اعتقاد کی شرط کسی نے لگائی ہے اس کے کفر کے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے واضح طور پر اللہ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دی اسی طرح دین کا مذاق اڑانے والوں کے کفر پر بھی اتفاق ہے اس میں بھی اعتقاد یا استحلال کی شرط نہیں ہے اگر دین کا مذاق مزاحًا اڑایا ہو یا لاپرواہی سے ایسا کیا ہو۔اسی طرح کسی مردے کا قرب حاصل کرنے کے لئے (اس کی قبر ومزار پر) سجدہ کرنے والا اس کا طواف کرنے والا بالاتفاق کافر ہے۔قرآن مجید کو گندی جگہ پھینکنے والے کے کفر پر اتفاق ہو چکا ہے یہ ان لوگوں کی رائے ہے جو قول عمل اور اعتقاد کو ایمان کہتے ہیں اور اطاعت سے ایمان میں اضافے،معصیت سے کمی کے قائل ہیں اہلسنت کا اجماع ہے کہ دین کا واضح طور پر مذاق اڑانا کفر ہے جیسا کہ بتوں

کے آگے یا چانداور سورج کو سجدہ کرنا غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا حالانکہ یہ سب افعال ہیں۔ کتاب وسنت میں بے شمار دلائل اس بات پر موجود ہیں کہ جو شخص بھی کفریہ قول یا عمل کرتا ہے وہ کافر ہے ضروری نہیں کہ وہ اس قول یا عمل کو حلال بھی سمجھتا ہو یہ فضول شرط ہے جو نہ صحابہ رضی اللہ عنہم لگائی ہے نہ تابعین نے نہ ائمہ محدثین نے۔ اس سے پہلے کفر دون کفر والی روایت کا ضعف ہم ثابت کر چکے ہیں۔ ابومحمد عاصم المقدسی ''امتاع النظر'' میں لکھتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے اس حدیث کی درایۃً وروایتاً حقیقت واضح ہو چکی ہے۔

1- درایتاً: اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول صحیح مان لیا جائے تو اور لوگوں سے اس کے ہم معنی صحیح سند سے ثابت ہو چکا ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ صرف خوارج پر ردّ ہے جنہوں نے جناب علی رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے دونوں ساتھیوں کو کافر قرار دینے کا ارادہ کیا تھا جب ان دونوں حضرات میں خلافت کے معاملے میں اختلاف ہوا اور دو صحابہ عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو فیصلہ کرنے کے لئے حکم مقرر کیا گیا تو خوارج نے اعتراض کیا کہ **حکمتم الرجال** تم نے انسانوں کو فیصلے کا اختیار دیا ہے جبکہ اللہ نے فرمایا ہے۔

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْكَـٰفِرُونَ (المائدہ: 44)

جس نے اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہیں کیا وہ کافر ہے۔

حالانکہ ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ خوارج کی یہ رائے غلط تھی اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف اگرچہ ایک دوسرے پر ظلم کا سبب بھی بنا ہو مگر کفر نہیں تھا کہ انہیں ملت سے خارج کر دیتا۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خوارج کے پاس بھیجا کہ ان سے اس بارے میں مذاکرات کریں انہیں سمجھائیں قائل کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے بات کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم لوگوں نے دونوں فیصلہ کرنے والوں پر اعتراض کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

فَابْعَثُواْ حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا (النساء: 35)

''(اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے تو) ایک فیصلہ کرنے والا شوہر کے رشتہ داروں میں سے اور ایک بیوی کے گھرانے سے مقرر کر دو۔''

اب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے اختلاف دور کرنے کے لئے) کیا کیا جائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ نے لوگوں کو فیصلہ کرنے کا اپنا اختیار نہیں دیا ہے لوگ اپنے معاملات میں غور و فکر کرنے کے مجاز ہیں مگر اللہ نے جو فیصلہ کر دیا

اس میں انسانوں کوغور کرنے (یا تبدیلی) کرنے کی اجازت نہیں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ (المائدہ:95)

''فیصلہ کریں گے تم سے دو عادل اشخاص۔''

انہوں نے کہا (یہ آیت شکار اور کھیتی باڑی سے متعلق ہے) کیا آپ شکار، کھیتی اور میاں بیوی کے فیصلوں کی طرح مسلمانوں کے خون کا فیصلہ کریں گے؟ کیا آپ کے خیال میں عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص عادل حکم ہے جبکہ وہ کل تک ہم سے جنگ کرتا رہا اگر وہ عادل ہے تو پھر ہم عادل نہیں؟ تم لوگوں نے اللہ کے حکم میں انسانوں کو فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا؟ اس مناظرہ ومذاکرہ کے بعد ان میں سے بہت سے لوگوں نے حق کی طرف رجوع کر لیا اور کچھ لوگ اپنی گمراہی پر ڈٹے رہے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے علیحدہ ہو گئے (جب مذکورۃ الصدر فیصلہ دونوں حکمین نے کیا تھا) ان لوگوں کو ہی خوارج کہا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے کے مرجئہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر تابعین جیسے طاؤس رحمہ اللہ اور ابو مجلز کے اقوال کو جو کہ خوارج کے بارے میں لے لیا اور انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا تاکہ اسے بے محل و بے موقع استعمال کرتے رہیں اور اسے دلیل بنا دیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کفر دون کفر کہا ہے حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں ''**انه ليس الكفر الذی تذ هبون اليه**'' کہ جو تم مراد لے رہے ہو وہ کفر نہیں ہے اس میں ''**تذ هبون اليه**'' کا جملہ خوارج اور ان کے متبعین کو خطاب ہے۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ خوارج کی غلطی کی نشاندہی اور اصلاح کے لئے ہے۔ جبکہ آیت میں ان لوگوں کو کافر کہا گیا ہے جو اللہ کی شریعت کو تبدیل کرتے ہیں چاہے وہ یہود ونصاریٰ ہوں یا کوئی اور (مزید تفصیل آگے آئے گی) کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ یا اور کوئی مسلمان اللہ کے حکم یا حدود اللہ کو تبدیل کرنے والے کے اس عمل کو کفر دون کفر کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذکورہ قول اگر صحیح بھی ثابت ہو جائے تو یہ آیت کی تفسیر نہیں بلکہ خوارج کے غلط خیال کے رد میں ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ گمراہ لوگوں کے دھوکہ میں نہ آئیں علامہ احمد محمد شاکر السّلفی عمدۃ التفسیر کے تعلیق میں فرماتے ہیں کہ یہ آثار جو ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرف منسوب ہیں۔ ہمارے زمانے کے گمراہ لوگ جو عالم کہلاتے ہیں ان کے لئے یہ آثار کھلونا بنے ہوئے ہیں وہ ان آثار سے وضعی قوانین کے جواز کی دلیل لیتے ہیں جو آجکل اسلامی ممالک میں وضع کیے جا رہے ہیں۔ دوسری جگہ اپنے بھائی احمد شاکر کا قول نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اس جیسے آثار کے بارے میں کہا ہے جو ابو مجلز وغیرہ سے تفسیر طبری میں منقول ہیں کہتے ہیں، اے اللہ میں گمراہی سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔

شکوک وشبہات پھیلانے والوں نے ہمارے اس دور میں ایسی گفتگو اور بحث کا آغاز کردیا ہے جس کی وجہ سے حکمرانوں کو جواز مل رہا ہے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کے بجائے اور قوانین کو اپنائیں لوگوں کے مال، جان، عزت میں اللہ کی شریعت کے بجائے اہل کفر کے قوانین کو اختیار کریں اور یہ سب کچھ اسلامی ممالک میں ہے۔ جب یہ حکمران (ابن عباسؓ وطاؤسؒ) کے ان اقوال سے باخبر ہوجاتے ہیں تو وہ انہیں اس بات کی دلیل بنا لیتے ہیں کہ مال، جان، عزتوں کے فیصلے اللہ کی شریعت کے علاوہ انسانوں کے وضع کردہ قوانین کے مطابق کئے جاسکتے ہیں اور عوام کے لئے کیے جانے والے فیصلوں میں اللہ کی شریعت کی مخالفت سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ آثار واقوال خوارج کے ساتھ مناظرے کے دوران کے ہیں جو اپنے زمانے کے حکمرانوں (علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما) کو کافر قرار دینا چاہتے تھے حالانکہ ان کا ایسا کوئی جرم نہیں تھا جسے دلیل بنالیا ہے کہ مال، جان وغیرہ کے فیصلے خلاف شریعت قانون کے مطابق بھی ہوسکتے ہیں تو یہ دلیل غلط ہے نہ ہی ایسا کوئی قانون بنایا جاسکتا ہے نہ ہی مسلمانوں پر لاگو کیا جاسکتا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کو چھوڑ کر اپنانا پڑے۔ اس طرح کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت سے اعراض وروگردانی ہے اور کافروں کے قوانین کو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام پر ترجیح دینا ہے یہ ایسا کفر ہے کہ جس میں کسی اہل قبلہ کو شک نہیں ہے۔

کوئی بھی انصاف پسند شخص جو حق کا متلاشی ہو یہ سب کچھ جان لیتا ہے اور ان اقوال وآثار کے ورود کا محل اور وجہ بھی سمجھ جاتا ہے اور جن لوگوں کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا ان کے بارے میں معلوم کرلیتا ہے اور پھر اپنی عقل اور بصیرت سے کام لے تو جو بات ہم کررہے ہیں کہ اللہ کے دین اور شریعت کے ہوتے ہوئے قانون بنانا یا اللہ کے احکام کو چھوڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے معمولی اور کمتر قوانین کو اپنانا انسانوں کی آراء وخواہشات کے پیچھے چلنا اور اللہ کے احکام، شریعت اور حدود کو چھوڑنا، ان سب پر غور کرتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ ان آثار واقوال کو لے کر موجودہ زمانے کے مرجئہ بہت بڑی واضح گمراہی پھیلا رہے ہیں تلبیس سے کام لے رہے ہیں کہ ان آثار کو اس جگہ اور اس مقصد کے لئے پیش کررہے ہیں کہ جس کے لیے یہ نہیں تھے۔ یہ ان موجودہ مرجئہ کا بہت بڑا جرم ہے۔

کیا علی معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن کے بارے میں خوارج نے فتوے لگائے ہیں) کیا وہ خود کو اس بات کا مجاز سمجھتے تھے کہ وہ اللہ کی شریعت کے ہوتے ہوئے اپنی طرف سے قوانین بنائیں یا کفریہ دستور وآئین مرتب کریں جیسا کہ آج کل اسلامی ممالک کہلانے والوں میں عام رواج ہے؟ حاشا وکلا ایسا صحابہ کرام

ﷺ کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔کیا صحابہ کرام ﷺ نے (نعوذ باللہ) قوم کی خواہشات اور اکثریت کی رائے کی مدنظر قوانین وضع کیے تھے؟ اور انہیں اللہ کے نازل کردہ پاکیزہ حدود کے بدلے میں رائج کیا تھا؟ صحابہ کرام اس الزام سے پاک ہیں وہ ایسا کبھی نہیں کرسکتے صحابہ تو کیا اس زمانے کے عام ان پڑھ لوگ بھی اس طرح کے صریح کفر کے بارے میں نہیں سوچ سکتے بلکہ اس زمانے کے بےوقوف اور پاگل بھی اس طرح کے کفر کے مرتکب نہیں ہوسکتے تو صحابہ کرام ﷺ جیسی برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جاسکتا۔صحابہ کرام تو وہ لوگ تھے جنہوں نے دین اسلام کی بلندی کے لئے صحراء کے ریت کو اپنے خون سے رنگین کیا۔اگر اس زمانے میں کوئی شخص واقعی ایسی کوئی حرکت کرتا تو خوارج کبھی بھی غیر صریح دلائل سے انکار نہ کرتے اور ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾(المائدہ: 44) کے بجائے واضح اور ان صریح آیات سے دلیل لے کر اس کا رد کرتے جن میں قانون سازی کرنے والوں کو طاغوت اور رب کہا گیا ہے مثلاً

وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ(الانعام: 121)

''اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہوگے۔''

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللهُ(شوریٰ: 21)

''کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے لئے دین میں سے ایسی شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟۔''

وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا(کھف: 26)

''وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

ایسے دلائل خوارج کو پیش کرنے چاہیے تھے جن میں کوئی ابہام نہیں تھا یا یہ آیت پیش کرتے۔

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ (آل عمران: 64)

''ہم ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ رب نہیں بنائیں گے۔''

یہ آیت بھی پیش کرسکتے تھے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ(التوبہ: 31)

''اور انہوں نے اپنے علماء و درویشوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا ہے۔''

ان کے علاوہ بھی دلائل ہیں جو ایسے موقع پر پیش کیے جاسکتے تھے مگر یہ دلائل جس چیز پر دلالت کرتے ہیں وہ چیز سرے سے تھی ہی نہیں (یعنی کفر) اس لیے خوارج نے یہ آیات پیش نہیں کیں۔ اور اگر خوارج **وَمَن لَّمْ يَحْكُم** ...... سے مراد واقعی علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کا کفر لے رہے ہوتے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے اس لیے کہ وہ حبر الامۃ ہیں امت کے بہت بڑے عالم قرآن کے مفسر آیتوں کے شان نزول کو اچھی طرح سمجھنے والے اور آیت ﴿وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ (انعام: 121) شانِ نزول کے راوی ہیں آیت کا معنی ہے۔ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ کچھ مشرک لوگ مسلمانوں سے اس بارے میں بحث کر رہے تھے کہ جو جانور جو تم خود ذبح کر لیتے ہو اسے حلال کہتے ہو اور جسے اللہ مار دے (یعنی مرا ہوا جانور) اسے حرام کہتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی اگر تم مسلمانوں نے ان مشرکوں کا کہا مانا تو تم مشرک ہو گے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ جو شخص قانون بناتا ہے یا ایسے قانون کی پیروی کرتا ہے وہ مشرک اور کافر ہے اس کے برعکس ظالم حکمران یا قاضی جو ہے تو ظالم مگر اللہ کے دین کے علاوہ کوئی دین یا شریعت اور قانون نہیں اپناتا اور نہ یہ حق خود کو یا کسی اور کو دیتا ہے ایسا شخص اگر کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کر لے ظلم کے طور پر یا اپنی خواہش سے مغلوب ہو کر اس قانون کو اللہ کے قانون کا متبادل نہ سمجھتا ہو تو اس حاکم یا قاضی کو ظالم حکمران یا قاضی تو کہیں گے مگر کافر نہیں اس عمل یعنی غیر اللہ کے قانون کو اور اس پر عمل کرنے کو جائز نہ سمجھتا ہو اگر علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فیصلہ کفر یہ ہوتا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ان پر کفر کا فتویٰ لگانے میں ایک لمحہ بھی دیر نہ کرتے اس لیے کہ یہ لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ کوئی ایسا قانون و شریعت جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے بنانا ناجائز ہے یہ کفر ہی کفر ظلم ہی ظلم اور فسق ہی فسق ہے بلکہ صرف یہ دعویٰ کرنا کہ شریعت بنانے اور قانون بنانے کا اختیار مخلوق میں سے کسی کو حاصل ہے کسی حکمران کو، سردار کو، یا بادشاہ یا قوم یا کسی کمیٹی یا اسمبلی کو تو یہ دعویٰ بھی شرک اور بہت بڑا کفر ہے اگرچہ صرف دعویٰ ہو حقیقت میں جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے اس نے شریعت و قانون کبھی نہ بنایا ہو۔ یہ دعویٰ کرنے والا بھلے اس کے قانون کی اتباع کرتا ہو یا نہیں صرف دعویٰ کرنے سے ہی کافر و مشرک بن جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خوارج اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مابین جو واقعہ ہے وہ ہمارے اس موضوع سے متعلق نہیں ہے، دونوں میں فرق ہے لہٰذا ان دونوں علیحدہ علیحدہ موضوعات کو باہم خلط نہیں کرنا چاہیے اس طرح کرنے سے طاغوت اور ابلیس کی خوشنودی ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ان سب تفصیلات کے بعد بھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عبداللہ ابن

عباس رضی اللہ عنہ بھی آخر انسان تھے معصوم عن الخطا نہیں تھے اس سے بھی غلطی ہو سکتی تھی اول تو ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بات کا ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر بالفرض ہو بھی تو کیا ہم ایک انسان کی بات کو اللہ کے کلام پر ترجیح دیں گے؟ اور وہ بھی اہم ترین مسئلے یعنی توحید کے بارے میں جو تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد رہا ،توحید کفر بالطاغوت کا ہی نام ہے کلمہ توحید کا نصف ہے۔ہمیں امید ہے کہ ہمارا یہ تفصیلی جواب چھوٹے طلبہ کو بھی سمجھ آ گیا ہوگا چہ جائیکہ علماء کہلانے والوں کو سمجھ میں نہ آئے؟ ہمارے دین میں حجت صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین واحکام ہیں۔

یہی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے جب حج تمتع پر پابندی کے لئے ان کے سامنے کسی نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا تو انہوں نے کہا تھا کہ تم لوگوں پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو جائے (بطور عذاب کے) کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنا رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا ہے۔ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دامن اس الزام سے پاک ہے کہ وہ دین کے اصولوں میں کسی قسم کی ملاوٹ یا بے پرواہی یا مخالفت کا ارتکاب کریں گے وہ تو ترجمان القرآن ہیں مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کسی صحابی کا قول دین نہیں ہے دین میں نزاع کے وقت حجت نہیں ہے خاص کر جب یہ فرض کر لیا جائے کہ صحابی کا قول اللہ کے حکم سے معارض ہے یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے معارض ہے۔ہم نے بدیہی دلائل موجودہ زمانے کے مرجئہ کو سمجھانے اور نصیحت کے لئے پیش کر دیئے ہیں جو طواغیت کی حمایت میں مصروف ہیں۔اور مخلوق شریعت سازی میں اللہ کا شریک قرار دینے کے لئے ان کو رب بنانے کے لئے بطور دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول (کفر دون کفر) پیش کرتے ہیں۔براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے میرا چچا حارث بن عمرو میرے پاس سے گذرا اور اس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا جو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا میں نے اس سے پوچھا (کہ کہاں جا رہے ہو؟) انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تا کہ اس آدمی کی گردن کاٹ دوں جس نے اپنے باپ کی بیوہ سے شادی کی ہے۔

(احمد :292/4،ابوداؤد:4456،نسائی:90/6،ابنماجہ:869/2۔صححہ الالبانی)

اس حدیث کے ضمن میں ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس شخص کا یہ عمل اس بات کی دلیل تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہا ہے اللہ کی طرف سے لائی ہوئی شریعت کا انکار کر رہا ہے قرآن کی محکم آیت کو نہیں مان رہا ہے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا،اس شخص کے قتل اور گردن کاٹ دینے کا حکم اسلام سے مرتد ہونے والے

کے بارے میں نبی ﷺ کی سنت تھی۔(فتاویٰ ابن تیمیہؒ:91/20)اس حدیث کی شرح میں امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس شخص نے یہ شادی حلال سمجھ کر کی تھی جیسا کہ جاہلیت کے دور میں ان کا رواج تھا اس لیے وہ مرتد قرار پایا اور نبی ﷺ نے اسے وہی سزا دی جو مرتد کو دی جاتی ہے۔(شرح معانی:149/3)

رشید رضا فرماتے ہیں شریعت کا حقیقی انکار عملی انکار ہی ہے اس بات پر اچھی طرح غور کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر بھی توجہ دینی چاہئے کہ آج کل بینکوں کو سود وصول کرنے کا جو لائسنس دیا جاتا ہے بلکہ اس سودی کاروبار کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے یہ سب کچھ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے بلکہ مسلمانوں کی نگرانی میں ہو رہا ہے ایوان تجارت کے قوانین کی رو سے اس سودی نظام کا دفاع کیا جاتا ہے ایوان کے سربراہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قانون پر عمل درآمد کرائے اس سے بڑھ کر اور اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ حرام کو حلال سمجھنے کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

مذکورہ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے عبدالعزیز العبداللطیف نے اپنے رسالہ **نواقض الایمان القولیہ والفعلیۃ** میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے معاشرہ پر نظر دوڑائیں جہاں انہوں نے سودی کاروبار کے مراکز قائم کر رکھے ہیں شراب اور بدکاری کے اڈے بنا رکھے ہیں اور ان تمام محرمات کو باقاعدہ لائسنس ملے ہوئے ہیں۔حکومتوں کی طرف سے انہیں حفاظت اور مراعات حاصل ہیں اس طرح اس نظام کے نفاذ سے کافروں سے دوستی کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے جسے مشترکہ مفادات یا باہمی دلچسپی کے امور کہا جاتا ہے یہ سب اس غلیظ نظام کی نفاذ کی وجہ سے ہے۔

جن امور پر مسلمانوں نے طواغیت سے تعاون جاری رکھا ہوا ہے ان میں سے ایک جہاد کی ممانعت اور اس کو ختم کرنا ہے اور مجاہدین کو سزاء دینے کے لئے قید و بند کی صعوبتیں ہیں جہاد کو دہشت گردی کہا جا رہا ہے۔حالانکہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ کسی چیز یا عمل کے نام کی تبدیلی سے اس چیز یا عمل کی حقیقت تبدیل نہیں ہو جاتی۔ایسا کرنے والوں سے قتال پر تمام علماء کا اتفاق ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔جو بھی گروہ پنج وقتہ نمازوں سے روکے یا روزہ۔حج سے منع کرے یا قتل کی حرمت مال غصب کرنے لوٹنے کی حرمت،شراب،زنا،جوا،محرمات سے نکاح کی حرمت سے منع کرے یا جہاد سے،اہل کتاب پر جزیہ مقرر کرنے سے یا دیگر واجبات جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے ان سے منع کرے جبکہ کوئی

عذر بھی نہ ہو ان محرمات کے التزام میں تو ایسے گروہ سے جنگ کی جائے گی اگر چہ وہ ان کا اقرار ہی کیوں نہ کرتا ہو اس بات میں کسی عالم کو اختلاف نہیں ہے۔

جہاں تک فقہاء کے اختلاف کا تعلق ہے تو وہ (ان مذکورہ امور میں نہیں بلکہ) اس گروہ کے بارے میں ہے جو بعض سنتوں کے ترک پر اصرار کرے جیسا کہ فجر کی دو سنتیں ہیں، اذان ہے تکبیر ہے (یہ بھی ان فقہاء کے نزدیک ہے جو ان کو واجب نہیں سمجھتے) اس طرح دیگر شعائر کا معاملہ ہے اس میں اختلاف ہے کہ ان کو منع کرنے والے گروہ سے قتال اور جنگ ہو گی یا نہیں؟

جہاں تک واجبات اور مذکورہ محرمات کی بات ہے تو (ان سے روکنے والے گروہ سے) قتال کرنے میں کسی عالم نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ سنتوں کے ترک پر اصرار کرنے والوں سے اس لیے جنگ نہیں کی جائے گی کہ علمائے محققین کے نزدیک ایسے لوگ کافر اور باغی نہیں ہیں جیسا کہ اہل شام جناب علی رضی اللہ عنہ کی (امامت کے قائل نہ تھے) تو وہ ایک خاص امام کی امامت سے خروج کرنے والے تھے اور اس کی حکومت ختم کرنے کے لئے نکلے تھے (اس لیے انہیں باغی اور کافر نہیں کہا گیا)۔

جب کہ مذکورہ محرمات سے روکنے والے خارج عن الاسلام ہیں ان کو مانعین زکوۃ پر قیاس کیا جائے گا یہ خوارج کی طرح ہیں جن سے علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا یہی وجہ ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مختلف سلوک کیا جیسا کہ اہل بصرہ اور ہل شام اور اہل نہروان۔

اہل بصرہ اور اہل شام سے ایسا سلوک کیا جیسا ایک بھائی دوسرے بھائی سے کرتا ہے اور خوارج ے دوسرا سلوک کیا (اہل نہروان سے قتال کیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مانعین سے قتال علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے قتال اس بات کی دلیل ہے کہ محرمات اور واجبات کو منع کرنے والوں سے قتال کیا جائے گا جبکہ اہل شام اور اہل بصرہ سے اختلاف ان جیسے واقعات کے بارے میں قتال وعدم قتال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین میں اختلاف تھا۔

(مجموع الفتاویٰ: **504-503/28**)

جدید دور کا ارتداد مشرکین کی مدد اور مسلمانوں کے خلاف ان سے تعاون ہے ہمارے اس دعویٰ کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے۔

وَمَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ مِنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡھُمۡ (المائدہ:33)

''تم میں سے جس نے بھی ان (کفار و مشرکین) سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہوگا۔''

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا ساتھ دینا ان کی مدد کرنا کفر اور ارتداد ہے اسلام سے خروج ہے۔

علامہ عبداللہ بن عبداللطیف سے موالات اور تولّی کے بارے میں سوال کیا گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا تولّی کفر ہے اسلام سے خارج کرنے کا ذریعہ تولّی کا مطلب ہے مشرکین کا دفاع کرنا اپنے مال، جسم اور رائے سے ان کی مدد کرنا، ۲۲ جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ کو امریکہ پر ہونے والے حملوں نے وہ تمام حقائق ظاہر کر دیئے جو اکثر لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے طاغوت کا ساتھ دینے والے علماء سوء بھی اس حقیقت کے افشاء پر سیخ پا ہو گئے ہیں، منافقین باہم مل کر یہ گریہ وزاری کر رہے ہیں مسلمانوں کو امریکی غلامی کا درس دینے والے، مصلحتوں کا شکار ہونے والے بھی رسوائی کا شکار ہو چکے ہیں۔ لوگوں کے سامنے بہت ہی شرمندہ ہو گئے ہیں اللہ نے ان کو رسوا کر دیا ہے اور مزید رسوا ہوں گے۔ صدر بش نے ساری دنیا کے سامنے واضح کر دیا کہ افغانستان کے مسلمانوں کے ساتھ جو بدترین سلوک وہ کر رہا ہے یہ صلیبی جنگ ہے اس جنگ میں عرب کے مرتد بھی اپنے ہبل اور اپنے سب سے بڑے طاغوت امریکا کی حمایت میں کھڑے ہو گئے ہیں یہ ان کا ایسا طاغوت جس کے پاس یہ لوگ اپنے فیصلے لے جاتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر بعض عرب ممالک نے امریکہ کو (صلیبی جنگ میں) رعایتیں دیں۔ کسی نے فضائی حدود فراہم کیں کسی نے کھل کر اعلان کیا کہ وہ افغان مجاہدین کے مقابلے ہیں امریکہ کے ساتھ ہے بعض ممالک نے امریکہ کی مدد کی اسے بہت زیادہ رقم فراہم کی بعض ممالک نے افغان سفیروں کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ بش ملعون نے واضح اعلان کیا کہ جو ہمارا ساتھ نہیں دے گا ہم اسے اپنے مخالفین اور دشمنوں میں شمار کریں گے۔ ہر موحد کے لیے قابل غور مقام ہے کہ وہ دیکھے کہ ہمارے زمانے کے طاغوتوں نے جدید ارتداد کا کیسے ارتکاب کیا ہے اس فتنہ نے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک اسامہ بن لادن اور اس کے ساتھ وہم خیال ہیں دوسری قسم بش اور اس کے حواریوں کی ہے یعنی ایک گروہ مسلمانوں کا اور دوسرا صلیبیوں اور ان کے مددگاروں کا ہے۔ کسی کو ان مسلمانوں کے عمل کا جواز پیش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ صلیب کے مددگار نہیں ہیں اس لیے کہ یہ لوگ خود اقرار کر رہے ہیں کہ ہم بش کے ساتھی ہیں تو ان کی طرف سے وضاحتیں پیش کرنے والوں کی بات پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے؟ اس آزمائش کے بعد حق اور اہل حق کی پہچان ہو گئی ہے اور باطل اور

اہل باطل بھی پہچان لیے گئے ہیں لہٰذا کسی عالم یا طالب علم کو ان طاغوت کا ساتھ دینے والوں کی طرف سے معذرت یا وضاحت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ ان سے نفرت اور بغض اور دشمنی کا اعلان کرنا چاہیے۔

شیخ ناصر الفہد حفظہ اللہ نے اس موضوع پر بہت ہی عمدہ کتاب لکھی ہے جو اپنے موضوع پر لا جواب اور منفرد نوعیت کی کتاب ہے جس کا نام ہے 'التبیان فی کفر من اعان الامریکان'

متلاشیان حق وصداقت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ہی مفید و پراز معلومات ثابت ہوگا اس میں کتاب وسنت اور معتبر علماء کے اقوال وآراء سے مضمون کو ثابت کیا گیا ہے۔اس آزمائش کے بعد اور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد بھی اگر کوئی شخص حق کو نہ پہچان سکا تو پھر کب پہچانے گا؟ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر کام کے لیے کوئی نہ کوئی جواز ڈھونڈتے ہیں اگر ہمارے زمانے کے طاغوت اعلان کردیں کہ ہم کافر ہیں تو یہ لوگ پھر بھی ان کے قول کی کوئی نہ کوئی توجیہ پیش کریں گے۔ایسے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔کچھ جاہل قسم کے لوگ علماء کے بارے میں زہریلا پروپیگنڈا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ علماء کا خمیر ہی زہریلا ہے۔ایسی باتوں پر تعجب ہوتا ہے۔نبی ﷺ سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے علماء کی ایسی برائی بیان کی ہو نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی رائے میرے علم میں ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ ہم علماء اور مبلغین سے محبت کرتے ہیں بشرطیکہ وہ علمائے توحید ہوں توحید کی دعوت دینے والے دین کی مدد کرنے والے ہوں مگر جب یہ لوگ حق سے پھر جائیں اور حق واہل حق کی مدد چھوڑ دیں اور حق کو رسوا کریں حق کو چھپائیں تو ہم بھی پھر اپنی محبت سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں بلکہ ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں اس لیے کہ ہم لوگوں کو حق کے ذریعے سے پہچانتے ہیں حق کو لوگوں کے ذریعے سے نہیں۔کسی بھی شخص کے عیوب بیان کرنا جسے عرف عام میں غیبت کہا جاتا ہے اس کے لئے کچھ ضوابط ہیں جیسا کہ امام نووی ؒ نے الاذکار ص 304 میں لکھا ہے کہ غیبت کے چھ اسباب ہیں جن سے زیادہ تر کو علماء نے جائز قرار دیا ہے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

1- کسی ظالم کے خلاف شکایت کرنا۔

2- کسی برائی کو ختم کرنے کے لئے مدد وتعاون حاصل کرنا (ایسے میں اس برائی کا تذکرہ کرنا ہوگا جو لوگ اس میں ملوث ہوں گے ان کا بھی نام آئے گا۔

3- فتویٰ لیتے وقت اگر کسی کے بارے میں کچھ کہا جائے۔

4- مسلمانوں کو کسی شخص کے دھوکے سے بچانے کے لئے اس کی برائی بیان کرنا۔

5- سرعام فسق وبدعت کا ارتکاب کرنے والا۔

6- کسی شخص کی پہچان ہی کوئی عیب ہو جیسا لنگڑا، نابینا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلہ: 22)

''آپ ایسی قوم کو نہیں پائیں گے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور پھر وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ سے دشمنی کرتے ہیں اگر چہ وہ ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں بھائی ہوں یا رشتہ دار ہوں ان لوگوں کے دلوں میں ایمان لکھ دیا گیا ہے اور روح قدس کے ذریعے ان کی تائید کی گئی ہے انہیں (اللہ) جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہے وہ اللہ سے راضی ہیں یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں یاد رکھو کہ اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (المائدہ: 51)

''ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جس نے بھی ان کو دوست بنایا وہ انہی میں سے ہوگا اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ: 1)

''ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ کہ تم ان سے محبت کا برتاؤ کرتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔''

ہر موحد مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے زمانے کے طاغوت یہی ہیں کہ انہوں نے یہود ونصاریٰ سے

مکمل طور پر دوستی کر لی ہے انہیں اپنے بھائی اور دوست بنالیا ہے انہیں اپنے گھروں میں داخل کر دیا ہے (آج کل نبی ﷺ کے گھر حرمین شریفین کو تمام کفار، یہود، نصاریٰ، سکھ، ہندو وغیرہ سب کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا سب کو آنے کی اجازت دی گئی ہے جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو جزیرۂ عرب میں دو دین ایک ساتھ نہیں رہ سکتے) انہیں کھلا رہے ہیں پلا رہے ہیں انہیں دنیا کے بہترین علاقے میں انہیں بسایا ہے انہیں مال دیا ہے۔ان کو عزت دی احترام دیا اس سے بڑھ کر دوستی کیا ہوسکتی ہے۔جب ہمارے زمانے کے طاغوتوں کے بارے میں معلوم ہو چکا تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان طاغوتوں کا انکار کرے اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

فَمَنْ يَّكفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

(البقرہ:256)

''جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔''

اب ہم علماء کے اقوال پیش کر رہے ہیں جن سے کفر بالطاغوت کی حقیقت واضح ہوجائے گی۔شیخ محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں۔دین اسلام اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک اللہ کیے علاوہ عبادت کی جانے والے طاغوتوں سے براءت کا اعلان واظہار نہ کیا جائے۔

فَمَنْ يَّكفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

(البقرہ:256)(الدرر السنية: 53/10)

''جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔''

ظلم اکبر اور ظلم اصغر کا فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کون سا ظلم بڑا ہے؟ کیا وہ کہ انسان زبان سے کوئی ایسا کلمہ ادا کرے یا طاغوت کی تعریف کرے تو اسلام سے خارج ہوجائے گا اگرچہ وہ نمازی اور روزے دار ہو یا وہ ظلم بڑا ہے کہ دیت ادا کرے۔یا اللہ اسے معاف کر دے مگر اسلام سے خارج نہ ہو۔دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔(الدرر السنية: 55/10) مزید فرماتے ہیں۔سب سے پہلی چیز جو اللہ نے انسان پر فرض کی ہے وہ کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو طاغوت سے اجتناب کرو۔''

(النحل:36)،(الدرر السنية: 161/1)

کتاب التوحید میں فرماتے ہیں: ساتواں مسئلہ، یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ اللہ کی عبادت تب صحیح شمار ہوگی جب طاغوت کا انکار کیا جائے۔(فتح المجید، ص 29)

اسی کتاب میں فرماتے ہیں: لا الہ الا اللہ کا تلفظ یعنی زبان سے ادا کرنا یا اس کا معنی جاننا کافی نہیں ہے نہ اس سے انسان کی جان و مال محفوظ قرار دی جاسکتی ہیں جب تک کہ وہ اس کے اقرار کے ساتھ ساتھ اللہ کے علاوہ عبادت کیے جانے والے معبودوں کا انکار نہ کردے اگر اس میں شک کرے گا تو اس کا مال اور اس کی جان محفوظ نہیں ہوسکتی۔

شیخ سلیمان بن عبداللہؒ فرماتے ہیں: توحید کا مطلب اور لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کیجائے نفع نقصان کا مالک صرف اللہ کو سمجھا جائے۔اللہ کے علاوہ جس کی بھی عبادت کی جاتی ہے اس کا انکار کیا جائے اور اس سے بیزاری کا اعلان کیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں سے بھی لاتعلقی کا اعلان کیا جائے۔ (تیسیر العزیز الحمید، ص 152)

شیخ عبدالرحمٰن بن حسنؒ کہتے ہیں: توحید ہر طاغوت کے انکار کا نام ہے اللہ کے علاوہ جس چیز کی بھی عبادت کی جاتی ہے اس کے انکار کو توحید کہتے ہیں توحید ہی ایمان کی بنیاد ہے اور ایمان پر تمام اعمال کی صحت کا دارومدار ہے اس کے بغیر اعمال برباد ہیں۔(فتح المجید393)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَمَنْ يَّكفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (البقرہ: 256)

''جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔''

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ بندہ لا الہ الا اللہ کو اپنانے والا اس وقت شمار ہوگا جب وہ طاغوت کا انکار کرے گا یہی وہ مضبوط کڑا ہے جو ٹوٹتا نہیں جس نے یہ عقیدہ نہیں رکھا وہ مسلمان نہیں ہے اس لیے کہ اس نے لا الہ الا اللہ کو نہیں اپنایا لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اچھی طرح غور و فکر کرے اور وہی عقیدہ اپنائے جو اسے اللہ کے عذاب سے بچائے یعنی لا الہ الا اللہ کے معنی کو نفی و اثبات کے ساتھ ثابت کرے۔(الدرر السنية: 263/11)

شیخ سلیمان بن سحمانؒ فرماتے ہیں۔اللہ نے مضبوط کڑا طاغوت کے انکار کو کہا ہے اس آیت میں طاغوت کے انکار کو پہلے اور اللہ پر ایمان کو بعد میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ بعض دفعہ لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر طاغوت کا

انکارنہیں کرتے اس طرح ان کا دعویٰ جھوٹا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل: 36)

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (وہ ان سے کہتا تھا) اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔''

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرام اسی لیے مبعوث کیے گئے تھے کہ وہ طاغوت سے لوگوں کو بچائیں اب جو شخص طاغوت سے اجتناب نہیں کرتا تو وہ تمام انبیاء کا مخالف ہے۔(الدرر السنية: 502/10) شیخ محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں: طاغوت کے انکار کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ جس کے بارے میں بھی کوئی عقیدہ رکھا جاتا ہے جن ہو یا انسان ہو۔ درخت ہو یا پتھر سب سے بیزاری کا اعلان کیا جائے اور اس کے گمراہ ہونے کا فر ہونے کی گواہی دے اس سے نفرت کرے اگرچہ وہ بھائی یا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں مگر قبروں اور مزاروں یا ان پر بنے ہوئے قبوں کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتا تو ایسا شخص لا الہ الا اللہ کی گواہی میں جھوٹا ہے اس کا اللہ پر ایمان نہیں اور نہ ہی اس نے طاغوت کا انکار کیا ہے ۔(مجموعة الرسائل والمسائل النجدية: 33/4)

شیخ فرماتے ہیں: کفر بالطاغوت کا مطلب ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھا جائے اسے چھوڑ دیا جائے اس سے نفرت کا اظہار کیا جائے طاغوت پرستوں سے دشمنی کی جائے۔ اللہ پر ایمان کا معنی ہے یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ اکیلا ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ہر قسم کی عبادت صرف اللہ کے لئے خاص کر دی جائے اور ہر قسم کی عبادت کی غیر اللہ سے نفی کر دی جائے۔ اور جو لوگ خالص اللہ کی عبادت کر رہے ہیں ان سے محبت رکھی جائے دوستی رکھی جائے۔ مشرکوں سے نفرت و دشمنی رکھی جائے۔ یہی ابراہیم علیہ السلام کا وہ دین ہے جس سے بے رغبتی و روگردانی کو اللہ نے بے وقوفی قرار دیا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الممتحنة: 4)

’’تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اوران کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم بیزار ہیں تم سے اور تمہارے معبودوں سے جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو ہم تمہارے (اعمال) کا انکار کرتے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور نفرت ہمیشہ کے لئے ظاہر ہوگئی ہے جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔

شیخ سلیمان بن سحمانؒ کہتے ہیں۔ طاغوت سے اجتناب کا مطلب ہے کہ دل میں نفرت وعداوت رکھنا اور زبان سے اس کی برائی بیان کرنا ہاتھ سے اسے مٹانا ہٹانا ختم کرنا اگر استطاعت ہو، اس سے علیحدگی اختیار کرنا۔ جو شخص طاغوت سے اجتناب کا دعویٰ کرے مگر عملاً ایسا نہ کرے تو وہ اپنے دعویٰ میں سچا نہیں ہے۔(الـدرر السـنية: 502/10) ان علماء سو سے التجا ہے جو طاغوت کے حمایتی ہیں اور گمراہ کرنے والے مبلغین سے التجا ہے جو لوگ موجودہ دور کے طاغوتوں کا دفاع کررہے ہیں ان سے التجا ہے جو لوگ طاغوتوں کی حفاظت کررہے ہیں ان سے التجا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں شک ہے جو ان طواغیت کی وجہ سے بے وقوف بن رہے ہیں جو ان کا قرب حاصل کررہے ہیں جو ان کی خوشامد کررہے ہیں جن کی بصیرت چھن گئی ہے ان سے التجا ہے کہ اللہ سے ڈرو، اس کی طرف رجوع کرو توحید کی طرف لوٹ آؤ دین کی طرف آجاؤ کب تک غفلت کی نیند سوتے رہو گے ؟ کب تک دین کے ساتھ کھیلتے رہو گے؟ کیا تم نے آخرت کو بھلا کر صرف دنیاوی زندگی کو اپنا لیا ہے۔ اسی پر قناعت کرچکے ہو؟ علماء سو اور گمراہی وکج روی کی طرف بلانے والو! حق کو باطل کے ساتھ خلط کرنے والو! اللہ نے تم سے عہد لیا ہے کہ۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُھُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ط فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ (آل عمران: 187)

’’جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی ہے کہ تم اسے لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اسے چھپاؤ گے نہیں مگر انہوں نے اسے پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے میں قیمت لے لی کہ بہت بری چیز ہے جو انہوں نے خریدی۔‘‘

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ

اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلۡعَنُھُمُ اللّٰعِنُوۡنَ (البقرہ: 159)

جولوگ چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلائل اور ہدایت نازل کی ہے بعد اس کے کہ ہم نے لوگوں کے لیے وہ بیان کر دیئے تھے کتاب میں ان لوگوں پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔''

ایک اور جگہ فرمان ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِھِمۡ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیۡھِمۡ وَلَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ(البقرہ: 174)

''جولوگ چھپاتے ہیں جو ہم نے ان پر کتاب میں نازل کیا ہے اور اس پر کم قیمت لیتے ہیں یہ لوگ اپنے پیٹ میں صرف آگ بھر رہے ہیں اللہ قیامت میں ان سے نہ بات کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

جولوگ راہ حق سے بھٹک گئے ہیں اور حق بات کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ملت ابراہیم کو اپنانے کی توفیق انہیں نہیں ہے تو کم از کم باطل قول تو منہ سے نہ نکالا کریں۔طاغوتوں کا ساتھ نہ دیں اس لیے کہ یہ مصلحت نہیں بلکہ ابلیس لعین کا راستہ اور طریقہ ہے جس نے ان لوگوں کو راہ حق سے گمراہ کر دیا ہے، اگر یہ لوگ حق کی راہ پر آنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ ملت ابراہیم کو اپنائیں لوگوں کے سامنے توحید بیان کریں طاغوتوں سے بیزاری کا اعلان کریں۔

عنقریب اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان میں تمیز ہو جائے گی۔حق و باطل کی پہچان ہو جائے گی اگر یہ لوگ حق کا ساتھ دینے کی استطاعت نہیں رکھتے تو کم از کم باطل سے تو علیحدہ ہو سکتے ہیں۔باطل قول و عمل سے تو اجتناب کر سکتے ہیں مساجد کے خطباء سے ہماری التجا ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں طواغیت کی تعریف کر کے عوام پر دین مشکوک و خلط نہ کریں اس لیے کہ یہ بہت بڑی خطاء و گمراہی ہے نہ لوگوں سے یہ کہیں کہ یہ طواغیت مسلمانوں کے معاملات کے نگہبان ہیں اس لیے کہ یہ جھوٹ اور بہتان ہے۔

جب ہم ان خطباء سے کہتے ہیں کہ ایسی باتیں مت کیا کرو تو یہ کہتے ہیں اگر ہم ایسا نہ کہیں تو ہمیں خطابت سے ہٹا دیا جائے گا اور فاسق و فسادی لوگ ہماری جگہ لے لیں گے اگر ایسی بات ہے تو پھر حق بیان کرو امت کو گمراہ مت کرو تم نے اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر جواب دینا ہوگا لہٰذا صحیح توحید بیان کرو کفر بالطاغوت کی اہمیت واضح کرو ان کے

سامنے ملت ابراہیم بیان کرو انہیں جہاد کی فضیلت بتاؤ شہادت کی اہمیت سے انہیں آگاہ کرو۔ یاد رکھو تمہاری اور تمہارے علماء کی خاموشی نے گمراہ کر دیا ہے۔ قنوت نازلہ پڑھا کرو کہ آج امت کو اس کی شدید ضرورت ہے۔ دین کے دشمنوں کے لئے بددعا کرو۔ طاغوت کے حمایتیوں کے لیے بددعا کرنے سے ان کو غصہ آئے گا انہیں اس طرح تکلیف پہنچے گی۔

مسلمان بھائیو میں نے آپ کے سامنے طاغوتوں کے افعال اور اصول بیان کر دیئے کیا اب بھی کسی بات میں شک وشبہ باقی ہے؟ کیا اب بھی ان سے بیزاری کے اعلان میں کوئی رکاوٹ ہے؟ طاغوتوں کی طرف سے جھگڑنا اللہ نے ممنوع قرار دیا ہے۔

وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (النساء:105)

''خیانت کرنے والوں کا حمایتی مت بنو''

دوسری جگہ ارشاد ہے: هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (النساء :109)

''یہ تم لوگ ہو کہ دنیا میں ان کی طرف سے جھگڑتے ہو قیامت میں ان کے لئے اللہ سے کون جھگڑا کرے گا؟''

مسلمان کو چاہیے کہ جب ان طاغوتوں کی مذمت کی جارہی ہو تو اپنے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نہ لائے یہ بات اچھی طرح یاد رکھے کہ یہ طاغوت کفر کے کئی دروازوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور جب کوئی شخص طاغوت کی حمایت کی وجہ سے آپ سے ناراض ہو یا علیحدگی اختیار کرے تو آپ کو برا نہیں منانا چاہیے اس لیے کہ ہمارے اسلاف بھی معصیت کو چھوڑ دیا کرتے تھے تو کوئی مسلمان کسی طاغوت کی حمایت کرنے والے کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے؟ اللہ سے دعا ہے کہ وہ توحید اور اہل توحید کی ہر جگہ مدد کرے اور تمام طاغوتوں کو ہلاک وتباہ کر دے ہمیں ان سے بیزاری وبراءت کی توفیق عطا فرمائے ان کے مددگاروں سے قطع تعلق کی طاقت عطا فرمائے۔ اے اللہ تو ہی ان کے ہبل اور بت امریکہ کو سزا دے تباہ کر دے تو ہی ان پر زلزلے اور تباہیاں نازل کر ان پر قحط وذلت نازل کرا دے اللہ طاغوتوں کے قید خانوں سے ہمارے بھائیوں کو آزاد کرا دے اے اللہ ہمیں اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين. وصلى الله على نبيّنا محمد واصحابه اجمعين.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُولًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوت

اور بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو

اور طاغوت سے بچو۔(النحل: ٣٦)

عقِیدۃ المُوَحِّدِیُن

ابوعبداللہ السلفی

ادارہ بیت الحمد

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

یقیناً اللہ تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد اور میثاق کر رکھا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے اس دین اور شریعت کو واضح کرتے رہیں جو انکی خاطر نازل کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَاتَکْتُمُوْنَہٗ..........

''اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی اقرار لیا کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس کی بات کو نہ چھپانا۔'' (آل عمران : ۱۸۷)

اور وہ لوگ اللہ نے ملعون ٹھہرائے ہیں جو حق کو چھپالیں۔ فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنَّاہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ (البقرۃ: ۱۵۹)

بے شک جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں، جبکہ ہم نے انہیں لوگوں (کو سمجھانے) کیلئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، سوایسوں پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (البقرۃ : ۱۵۹)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُ وا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوت

اور بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔ (النحل: ۳۶)

اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں (جن وانس) پر طاغوت کا انکار و کفر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا فرض قرار دیا ہے۔

طاغوت کیا ہے؟

طاغوت ہر وہ چیز ہے۔ جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اپنی عبادت کیے جانے یا کروائے جانے

پر راضی ہو۔

طاغوت خدائی کے جھوٹے دعویدار کو کہتے ہیں۔انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے اور وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے سب سے بڑے دشمن تھے اس لئے وہ طاغوت نہیں ہیں چاہے لوگ ان کی بندگی کریں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: ''ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کی سوا عبادت کی جائے ''**طاغوت**'' کہلاتی ہے۔''

(هداية المستفيد:1222)

امام ابن قیمؒ ''طاغوت'' کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

''ہر وہ ہستی یا شخصیت طاغوت ہے جس کی وجہ سے بندہ اپنی حدِ بندگی سے تجاوز کر جاتا ہے چاہے وہ معبود ہو، یا پیشوا، یا واجب اطاعت، چنانچہ ہر قوم کا طاغوت وہ شخص ہوتا ہے جس سے وہ اللہ اور رسول ﷺ کو چھوڑ کر فیصلہ کراتے ہوں، یا اللہ کو چھوڑ کے اس کی عبادت کرتے ہوں، یا الٰہی بصیرت کے بغیر اس کے پیچھے چلتے ہوں، یا ایسے امور میں اس کی اطاعت کرتے ہوں جن کے بارے میں انہیں علم ہے کہ یہ اللہ کی اطاعت نہیں۔''(هداية المستفيد:1219)

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں: ''ہر وہ شخص جسکی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہو، اور وہ اپنی اس عبادت پر راضی ہو، چاہے وہ معبود بن کے ہو، پیشوا بن کے، یا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے بے نیاز، واجب اطاعت بن کے ہو' طاغوت ہوتا ہے''(**الجامع الفريد: ٢٦٥**)

''طاغوت تو بے شمار ہیں مگران کے سَر کردہ وسَر بَر آوردہ پانچ ہیں:''

﴿۱﴾ ابلیس لعین۔

﴿۲﴾ ایسا شخص جس کی عبادت کی جائے اور وہ اس فعل پر رضامند ہو۔

﴿۳﴾ جو شخص لوگوں کو اپنی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہو اگرچہ اس کی عبادت نہ بھی ہوتی ہو

﴿۴﴾ جو شخص علم غیب جاننے کا دعویٰ کرتا ہو۔

﴿۵﴾ جو شخص اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے خلاف فیصلہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایک بندے کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے: کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کو حق سمجھے مگر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے تو یہ فسق اور وہ گناہ گار ہوگا۔

دوسرا درجہ یہ ہے: کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری سے منحرف ہو کر یا تو خود مختار بن جائے یا کسی اور کی بندگی کرنے لگے۔ یہ شرک وکفر ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے: کہ وہ اللہ سے بغاوت کرے اور اس کی مخلوق پر خود اپنا حکم چلائے۔ جو شخص اس مرتبے پر پہنچ جائے وہ طاغوت ہے۔اور کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ طاغوت کا منکر نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا

''پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے اس نے ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں''(البقرة : ٢٥٦)

شیطان سب سے بڑا طاغوت ہے۔ جو غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِیْ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُ واالشَّيْطٰنَ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

''اے اولادآدم' کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا' وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے''(یٰسین: ٦٠)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان کی اطاعت شیطان کی عبادت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ) کا اقرار کرے اور اللہ کے سوا جن جن کی عبادت کی جاتی ہے اُن کا انکار کرے۔ اُس کا مال وخون مسلمانوں پر حرام ہو گیا اور اس کے دل کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ (مسلم کتاب الایمان ج ١ : ص ٧٣)

غور فرمایئے! کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے سے مال وجان حرام اور محفوظ نہیں ہوسکتی بلکہ مسلمانوں کی تلوار سے جان ومال اس وقت حرام ہوگی جب ان معبودوں کا انکار کر دیا جائے جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے۔

مگر آج اللہ کو چھوڑ کر جن جن کی عبادت ہو رہی ہے اکثر لوگ اُن کی تردید نہیں کرتے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن جن کی عبادت کی جاتی ہے اُن کا انکار کرو۔

وہ جابر اور ظالم حکمران جو فیصلے کے لیے کتاب وسنت کا پابند نہ ہو بلکہ انسانوں پر انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین نافذ کرے وہ یقیناً طاغوت ہے۔ ایسے حکمران کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ (المائدة : ۴۴)

''اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں''۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''جب کچھ دین اللہ کا اور کچھ غیر اللہ کا چل رہا ہو تو ایسا کرنے والوں کے ساتھ قتال کرنا واجب ہے جب تک کہ صرف اللہ کا دین نافذ نہ ہو جائے'' (مجموع الفتاوی 28/ 469)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ایمان کی نفی کی ہے جو اپنے فیصلے طاغوت کی عدالتوں میں لے جاتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء : ٦٠)

''کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ پر اور آپ سے پہلے نازل ہوا ہے اُس پر ایمان رکھتے ہیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ (اپنا مقدمہ) طاغوت کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو اس سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور شیطان ان کو دور کی گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے''

سید ابوالاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہاں صریح طور پر طاغوت سے مراد وہ حکام ہیں جو قانونِ الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اور وہ نظام عدالت ہے جو نہ اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ کتاب اللہ کو آخری سند مانتا ہو۔ لہٰذا یہ آیت اس معنی میں بالکل صاف ہے کہ جو عدالت طاغوت کی حیثیت رکھتی ہو اُس کے پاس اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے جانا ایمان کے منافی ہے اور اللہ اور اُس کی کتاب پر ایمان کا لازمی تقاضہ ہے کہ آدمی ایسی عدالت کو جائز عدالت تسلیم کرنے سے

انکار کردے۔قرآن کی رُو سے اللہ پر ایمان اور طاغوت سے کفر دونوں لازم وملزوم ہیں اور اللہ اور طاغوت دونوں کے آگے جھکنا عین منافقت (بلکہ کفر) ہے۔(**تفہیم القرآن : ص:۳٦٧**)

آپ غور فرمایئے جو حکمران اُن قوانین کو ملک کے عوام پر نافذ کرتے ہیں جو انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں ، چاہے وہ مارشل لاء ہو، یا اسمبلی کا پاس کردہ قانون، یا کسی ایک شخص کا بنایا ہوا' وہ سب طواغیت ہیں۔اور جو شخص طاغوت سے فیصلہ کروانا چاہتا ہے ﴿يَزْعُمُونَ﴾ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ان قوانین پر چلنے والوں کے دعویٰ ایمانی کو جھٹلا دیا کہ یہ ایمان دار بنتے ہیں لیکن یہ طرز عمل اور ایمان ایک بندے کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے کہ اللہ اور آسمانی شریعت پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی کریں اور اپنے معاملے کے تصفیے کے لیے طاغوت سے رجوع کریں۔شیطان نے ان کو گمراہ کر دیا ہے۔﴿ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ﴾ ''جبکہ اُن کو اس سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے'' فرما کر ہر مسلم پر لازم کر دیا کہ وہ طاغوت سے دشمنی کرے۔ یہ طاغوت چاہے دیہاتوں میں قبیلوں کے سرداروں کی پنچایت ،ثالثی کمیٹی یا جرگہ کی صورت میں ہوں جو کتاب وسنت کی بجائے رسم ورواج کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں یا وہ عدالتیں ہوں جو اسلامی ممالک میں ہی موجود ہیں۔ یہ عدالتیں اسمبلی کے بنائے ہوئے آئین کے مطابق کتاب وسنت سے آزاد ہو کر لوگوں میں فیصلہ کرتی ہیں جن پر پولیس اور فوج زبردستی عمل درآمد کرواتی ہے۔اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان کیا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُم بِمَآ اَنزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْكَافِرُونَ......هُمُ الظّٰلِمُونَ.......هُمُ الْفَاسِقُونَ (المائدة : ۴۴تا۴۷)

''اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہی کافر ہیں.....وہ ظالم ہیں......وہ فاسق ہیں''

اللہ ایسے لوگوں کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہوں! ہرگز نہیں ، یہ لوگ پکے کافر ہیں۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں طاؤس رحمہ اللہ وغیرہ سے جو روایت آئی ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے علاوہ کسی اور چیز سے فیصلہ کرنے والا کافر ہے۔(**رسالہ تحکیم القوانین**)

جب صحابہؓ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے کلمہ کا اعتبار نہ کیا اور ان کو قتل کیا تو بشری قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے والے بھی مذکورہ آیت کی رو سے یقیناً کافر ہیں، چاہے وہ کلمہ پڑھتے ہوں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''پس جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اس طرح کرتا ہے کہ وہ کتاب وسنت کے علاوہ کسی اور جگہ سے فیصلہ کراتا ہے یا اپنی خواہشات کی تکمیل میں مگن ہے تو گویا اس نے عملاً ایمان اور اسلام کی رسی کو گردن سے اتار پھینکا۔ اس کے بعد خواہ وہ کتنا ہی ایمان کا دعویٰ کرے بے کار ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ''طاغوت کا انکار کرنا'' توحید کا سب سے بڑا رکن ہے۔ جب تک کسی شخص میں یہ رُکن نہ ہوگا وہ موحد نہیں کہلا سکتا''۔(ھدایة المستفید:1223)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: یہ بات سب کو معلوم ہونی چاہیئے کہ ایمان کے لئے زبان سے اقرار لازم ہے، صرف دلی طور پر تصدیق کافی نہیں ہے۔ اقرار دل کی تصدیق کے تحت ہے اور دل کا عمل اطاعت اور جھکاؤ ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کرنا ہے اور جو بھی آپ ﷺ نے حکم دیئے ہیں ان کو ماننا جس طرح کہ اللہ کے اقرار کا معنی ہے: اس کی ذات کا اعتراف اور اس کی عبادت کرنا۔ کفر کا مطلب ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو نہ ماننا چاہے وہ جھٹلا رہا ہو یا تکبر کی وجہ سے یا انکار اور اعراض کی وجہ سے ہو، یہ کفر ہے۔ جس کے دل میں تصدیق اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف جھکاؤ و اطاعت نہ ہو وہ کافر ہے''۔(مجموع الفتاوی 7 /-639-638)

آج کے دور کا سب سے بڑا طاغوت، انسان کے انسان پر اُس کے بنائے ہوئے قوانین کی حکمرانی کی شکل میں تمام عالم پر چھایا ہوا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کفر کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ جس طرح خالق، اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اسی طرح آمر (حکم دینے اور قوانین مقرر کرنے والی ذات) بھی صرف وہی ہے اور اُس کے امر (حکم) کی اطاعت واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ ذیشان ہے:

﴿لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا﴾ (سورۃالکھف آیت:۲۶)

''اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

علامہ شنقیطیؒ فرماتے ہیں: ''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اللہ کے حکم میں کسی بھی قسم کے

احکام کی آمیزش نہ کرے،حکم صرف اور صرف اللہ ہی کا تسلیم کرے۔آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بھی حکم، جو فیصلہ اللہ نے کر دیا ہے اسے بغیر کسی ملاوٹ کے تسلیم کرنا ہے۔اللہ کے فیصلوں میں سب سے پہلا فیصلہ ہے اس کے بنائے اور نازل کئے ہوئے قوانین۔ جو لوگ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی اتباع کرتے ہیں، جو دراصل شیطانی قوانین ہیں جو اس نے اپنے متبعین کے ذریعہ بنوائے ہیں یہ سراسر اللہ کی شریعت کے مخالف ہیں ان کی تابعداری کرنے والے بلا شک وشبہ کافر ہیں، اللہ نے ان کی بصارت وبصیرت چھین لی ہے۔یہ لوگ وحی الٰہی کے نور سے مکمل طور پر محروم ہیں۔(اضواء البیان ص:4/82-83)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اَلَا لَهُ الخلق والامر** (الاعراف : ۵۴)

''خبردار رہو! سب مخلوق اسی کی ہے اور (لہٰذا سب) حکم بھی اُسی کا ہے''

اِنِ الحُكُمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف : ۴۰)

''حکم وقانون (چلانا) صرف اللہ کا حق ہے''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الحُكمُ وَاِلَيهِ الحُكمُ** (ابی داؤد)

''اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور فیصلہ بھی اسی کا ہے۔''

طاغوت سے دشمنی وبغاوت کوئی نفلی عبادت نہیں ہے جس کا کر لینا صرف بلندی درجات کا سبب ہو۔بلکہ طاغوت اللہ کے دین کا سب سے بڑا دشمن ہے۔اس دشمن سے بغض وحقارت کا اظہار ایمان کا حصہ،نجات کا سبب اور انبیاءعلیہم السلام کا بنیادی مشن ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز فرماتے ہیں کہ: ''آدمی کا ایمان صرف اسی صورت میں مکمل ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔چھوٹے بڑے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو۔اور زندگی کے ہر معاملے میں خواہ اس کا تعلق جان سے ہو یا مال سے یا عزت وآبرو سے' فیصلے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی شریعت (قانون) کی طرف رجوع کرے۔ورنہ وہ اللہ کا نہیں غیر اللہ کا پجاری ہوگا۔

اور قرآن سے اس کی دلیل یہ ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُولًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

اور بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(النحل:۳۶)

جو شخص اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سامنے سرِ اطاعت جھکا دے (یعنی سرِ تسلیم خم کردے) اور اس کی وحی سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کرائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہے۔ اور جو شخص غیر اللہ کے سامنے سرِ اطاعت جھکائے اور غیر شریعت (غیر اللہ کے قانون) سے فیصلہ کرائے تو اس نے بتوں کی عبادت کی اور ان کی اطاعت وبندگی اختیار کی۔ (مقالات وفتاویٰ شیخ ابن بازؒ صفحہ: ۱۰۹)

شیخ محمد الصالح العثیمینؒ کہتے ہیں: جس نے اللہ کی شریعت کو حقیر و معمولی سمجھ کر اس کے مطابق حکومت نہیں چلائی یا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ دوسرے نظریات وقوانین اسلام کی بنسبت زیادہ مفید اور موجودہ دور کے موافق ہیں تو ایسا شخص کافر ہے دین اسلام سے خارج ہے ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو خلاف اسلام قوانین بناتے ہیں اور لوگوں کو ان پر عمل کی تاکید کرتے ہیں یہ لوگ شریعت کو چھوڑ کر خود اس لئے قوانین بناتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ شریعت سے زیادہ مفید اور حالات کے لئے موزوں ہیں یہ ہم اس بنیاد پر کہہ رہے ہیں کہ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ ایک طریقہ چھوڑ کر دوسرا طریقہ تب اپناتا ہے جب وہ اسے پہلے والے سے بہتر نظر آتا ہو یا پہلے والے میں کوئی نقص یا سقم نظر آیا ہو۔ (المجموع الثمین ص 61/1)

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُونَ "(اگر یہ اللہ کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر یہ جہالت کے حکم اور فیصلے کے خواہش مند ہیں؟ اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے۔!!(المائدۃ: ۵۰)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کر رہا ہے جو اس کے ایسے احکام کو چھوڑ رہے ہیں جن میں ہر قسم کا خیر ہے۔ ہر قسم کے شر سے روکنے والے ہیں، ایسے احکام کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہشات، ان کی آراء اور خود ساختہ اصطلاحات کی طرف جاتے ہیں جس طرح دورِ جاہلیت کے لوگ اسی طرح کے جاہلانہ اور گمراہ کن احکامات کو نافذ کرتے تھے جو انہوں نے اپنی خواہشات اور آراء سے بنائے ہوتے تھے اور جس طرح کے فیصلے اور احکامات تاتاری کرتے تھے جو انہوں نے اپنے بادشاہ چنگیز خان سے لئے تھے۔ چنگیز خان نے تاتاریوں کے لئے یاسق وضع کیا تھا۔ یاسق اس مجموعہ قوانین کا نام ہے جو چنگیز خان نے مختلف مذاہب، یہودیت، نصرانیت اور اسلام وغیرہ سے لے کر مرتب کیا تھا۔ اس میں بہت سے ایسے احکام بھی تھے جو کسی مذہب سے ماخوذ نہیں تھے وہ محض چنگیز خان کی خواہشات

اوراس کی صوابدید پر مبنی تھے۔ یہ کتاب بعد میں قابل اتباع قرار پائی اور وہ اس کتاب کو اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے احکامات پر بھی مقدم رکھتے تھے۔ان میں سے جس جس نے بھی ایسا کیا ہے وہ کافر ہے، واجب القتل ہے جب تک کہ توبہ کر کے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے احکام کی طرف نہ آئے اور ہر قسم کا چھوٹا بڑا فیصلہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نہ کرے''۔(تفسیر ابنِ کثیرؒ :صفحہ ۲۷۷)

شیخ حامد الفقیؒ ابن کثیرؒ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''ان تاتاریوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو انگریزوں کے قوانین اپناتے ہیں اوراپنے مالی، فوجداری اور عائلی معاملات کے فیصلے ان کے مطابق کرتے ہیں اور ان انگریزی قوانین کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر مقدم رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ بغیر کسی شک وشبہ کے مرتد اور کافر ہیں جب تک وہ اس روش پر برقرار ہیں اور اللہ کے حکم کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ وہ اپنا نام کچھ بھی کیوں نہ رکھ لیں، انہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور وہ اسلام کے ظاہری اعمال میں سے جتنے چاہیں عمل کرلیں، وہ سب کے سب بیکار ہیں جیسے نماز، روزہ اور حج وعمرہ وغیرہ''۔(فتح المجید ص 838)

اسی طرح اسمبلی کو یہ حق دینے والے بھی مشرک ہیں کہ وہ سیاسی، معاشی، دیوانی اور بین الاقوامی قانون کے بنانے میں کتاب وسنت کے پابند نہیں۔ان کی اکثریت جو قانون بناتی ہے۔اس کی اطاعت لازم قرار دینے والے دراصل اس کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ اللہ کے قانون پر چلنا اللہ کی عبادت ہے اور غیر اللہ کے قانون پر چلنا غیر اللہ کی عبادت ہے۔

عظیم محدث اسحاق بن راھویہؒ کہتے ہیں: اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جس نے اللہ کو یا رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا اللہ کے نازل کردہ دین میں سے کسی حکم کو رد کردیا یا کسی نبی کو قتل کیا ہوگا اگرچہ وہ اللہ کی شریعت کا اقرار بھی کررہا ہو پھر بھی وہ کافر ہے۔ (التمهيد لابن عبدالبر 226/4)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے والے کو کافر قرار دیا ہے مگر اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ کام زبانی کرے اگر عملاً بھی ایسا کیا تو تب بھی کفر ہوگا بلکہ زبانی سے زیادہ عملی طور پر حلال

کوحرام یا حرام کوحلال قرار دینا شدید کفر ہے جیسا کہ الصارم المسلول میں فرماتے ہیں جس نے (عملاً) حرام کوحلال قرار دیا وہ بالاتفاق کافر ہے اس کا قرآن پر ایمان ہی نہیں ورنہ اس کے حرام کو حلال یا حلال کوحرام کیوں قرار دیتا؟ کسی حرام کوحلال قرار دینے کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا شخص یا تو یہ سمجھتا ہے کہ اس چیز کو اللہ نے حرام قرار نہیں دیا اگر ایسی بات ہے تو اس شخص کا ربوبیت پر ایمان ناقص ہے اور رسالت محمد ﷺ پر بھی لہٰذا یہ تو شریعت کا خالص انکار ہے اور اگر وہ اس بات کا عقیدہ تو رکھتا ہے کہ یہ چیز اللہ ورسول ﷺ نے حرام قرار دی مگر اسکے باوجود وہ اس حرام کو حلال سمجھتا ہے تو پہلے والے سے بھی شدید کافر ہوگا۔ یا اس شخص کا خیال ہوتا ہے کہ اللہ کی حرام کردہ کو حلال یا حلال کردہ کو حرام کرنے سے اللہ سزا نہیں دے گا۔ اگر یہ خیال ہے تو پھر اس شخص نے رب کو پہچانا نہیں۔ اگر سب سمجھتا ہے پھر بھی ایسا عمل کرتا ہے تو یا اپنی خواہشات کی اتباع کر رہا ہے یا شرعی احکام سے نفرت کی بنا پر اگر ایسا ہے تو اسکا کفر مکمل طور پر واضح ہے ایسے لوگوں کے کفر پر قرآنی دلائل بیشمار ہیں۔

(الصارم المسلول 499)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ’’اگر حاکم دیندار ہے لیکن عدم علم کی بنیاد پر فیصلہ صادر کرتا ہے تو وہ جہنمی ہے اور اگر وہ شریعت سے واقف ہے لیکن اس معلوم شدہ حق کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو بھی وہ جہنمی ہے۔ اور اگر بلاعلم وعدل فیصلہ دیتا ہے تو وہ جہنم کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔‘‘

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ شریعت کے مطابق فیصلہ اور اس کی پیروی واجب نہیں وہ کافر ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص لوگوں کے معاملات میں شریعت سے ہٹ کر ایسے قانون کے مطابق فیصلہ دیتا ہے جسے وہ عادلانہ قانون سمجھتا ہے تو وہ بھی کافر ہے ۔اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہر مذہب وملت عموماً منصفانہ فیصلہ کا حکم دیتی ہے۔ کبھی یہ عدل وانصاف کسی دین میں موجود ہوتا ہے اور اُس دین کے اکابر اُسی کا حکم دیتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسلام کی طرف انتساب کرنے والے مسلمان اپنی عادات کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں یعنی اپنے آباواجداد کے فیصلوں کو دیکھ کر ویسا ہی ویسا کر دیتے ہیں، اس طرح کہ امرائے سلطنت کا عام اعتقاد ہوتا ہے کہ عوام کے جذبات کا خیال رکھ کر ہی فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ لوگ ان سے متنفر نہ ہوں، یہ بھی سراسر کفر ہے۔ بہت سے لوگ اپنا انتساب اسلام کی طرف کرتے ہیں لیکن کتاب وسنت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے بلکہ فیصلہ کے وقت لوگوں یا اپنے

آباءواَجداد کی رَوِش کو دیکھتے ہیں، انہیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے لیکن پھر بھی وہ شریعت کے برخلاف فیصلہ کو اپنے لیے جائز سمجھ لیتے ہیں ،ایسے لوگ بھی کافر ہیں ۔''

(مجموع الفتاویٰ)

بعض لوگ قصۂ یوسف علیہ السلام سے یہ بات نکالتے ہیں کہ طاغوت کی حکومت میں ایک مسلمان کا اسمبلی ممبر بننا یا وزیر بننا جائز ہے ۔اس بات میں تو کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں کہ جو حاکم' شریعت سے بے پرواہ ہوکر کسی اور قانون و دستور کی حکمرانی مقرر کرے وہ طاغوت ہے اوراس کے بنائے ہوئے قانون کا انکار ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے لیے بھی شرطِ ایمان ہے ۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو کیا ایک کریم ابنِ کریم ہستی یوسف علیہ السلام کے بارے میں ایسا سوچنا بھی جائز ہوگا کہ وہ طاغوتی دستور و نظام کے نفاذ میں ایک واسطہ ہوں؟ معاذ اللہ! یہ تو صریح ظلم و زیادتی ہے ۔تفصیلات کچھ بھی ہوں یقیناً نبی کی حیثیت سے طاغوت کے سب سے بڑھ کر انکار کرنے والے اور اللہ کے حکم کے سب سے زیادہ فرمانبردار اوراس کے قانون کو قائم کرنے والے تھے ۔لہٰذا اُن لوگوں کے لئے جو آج کی طاغوتی حکومتوں کی چاکری میں مصروف ہیں اوران کے بنائے ہوئے دستور و قوانین کی حلف برداریاں کرتے پھرتے ہیں اور اکثریت کی حاکمیت واختیار کو تسلیم کرتے ہیں' برگزیدہ نبی ﷺ کے قصے میں ہرگز کوئی گنجائش موجود نہیں ۔ وہ تو اپنی تقاریر و مواعظ میں لوگوں کو ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہتے تھے:

اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ''حاکمیت کا حق صرف اللہ کے لیے ہے۔''(یوسف :٦٧)

اِسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں وقت کے طاغوتوں کے خدائی دعووں اور اِن طاغوتوں کے رائج نظاموں کے خلاف آواز اُٹھانے اور اللہ کے قانون' اللہ کے نظام کو نافذ کرنے میں گزریں ۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا:

اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی وَ قُلۡ هَلۡ لَّکَ اِلٰۤی اَنۡ تَزَکّٰی

''فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے اوراس سے کہو کہ کیا تو پاکیزگی اختیار کرنے پر تیار ہے؟ ۔

(النازعات :١٧-١٨)

وہ اپنے آپ کو ربّ کہتا اور کہلواتا تھا (یعنی وہ طاغوت بن گیا تھا) اوراپنے طاغوتی نظام پر لوگوں کو زبردستی چلواتا تھا ۔لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اس کے رب ہونے کا انکار کیا اور کروایا اوراس کے طاغوتی نظام کو ختم کر کے اللہ کا

نظام لوگوں پر نافذ کیا۔ یہی ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کا مقصد ومنہج رہا ہے کہ طاغوت سے کفر کریں اور طاغوتی نظاموں کو ختم کر کے ایک اللہ کا قانون ونظام اُس کے بندوں پر نافذ کریں۔

مگر آج کے نام نہاد اسلامی ممالک میں رائج جمہوری نظام سلطنت میں اسمبلی کے ممبران کو شریعت کے احکامات کے نفاذ یا عدم نفاذ پر بحث وفیصلے کا اختیار ہوتا ہے۔ ایسی گستاخی اور جسارت تو فرعون جیسے طاغوت نے بھی نہ کی تھی کہ شریعت کو اللہ کی طرف سے تسلیم کر کے بھی اس پر بحث کرتا کہ اِس کو انسانوں پر نافذ کروں یا نہ کروں۔ آسمان سے نازل شدہ شریعت کو منظور نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسلام میں داخل ہی اُس وقت ہوا جاتا ہے جب اللہ اور رسول ﷺ کے ہر حُکم کے سامنے پارلیمنٹ سمیت تمام مخلوقات کے ہر قسم کے اختیار کی واضح ترین نفی کر دی جائے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ
(الاحزاب: ۳۶)

''کسی مومن مرد یا عورت کے لائق ہی نہیں کہ اللہ اور اُس کا رسول ﷺ کسی بات کا فیصلہ فرما دیں پھر اُن کے لیے کسی اختیار کی گنجائش باقی رہ جائے۔''

شیخ عبداللہ عزام ؒ فرماتے ہیں: جس نے بھی اللہ کی شریعت سے اپنے فیصلے کرانا چھوڑ دیا، یا کسی بھی قانون کو اللہ کی شریعت پر ترجیح دیدی یا اللہ کی شریعت کے ساتھ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو ملا دیا، برابر کر دیا تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اس نے دین کا طوق اپنے گلے سے اتار دیا اور اپنے لئے یہ راستہ چن لیا کہ وہ کافر ہو کر اسلام سے خارج ہو جائے۔

(العقیدہ و أثرھا فی بناء الجیل للشیخ عبداللہ عزام ؒ ص611)

یہ معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ ایک غیر شرعی نظام کے حوالے سے چار قسم کے افراد کُفر میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(۱) وہ، جو غیر شرعی قانون بنائے یا بنانے کا اختیار رکھے۔ جیسے اراکین اسمبلی وغیرہ۔

(۲) وہ، جو غیر شرعی قانون سے فیصلہ کرے، جیسے مجسٹریٹ، جج وغیرہ۔

(۳) وہ جو غیر شرعی قانون کو بزور نافذ کرے، جیسے پولیس، فوج وغیرہ۔

(۴) وہ جو غیر شرعی عدالت سے فیصلہ کرائے، یا اُس کے افعال پر راضی ہو۔

پہلی دو اقسام ہی طاغوت ہیں۔

جبکہ دوسری دو اقسام طاغوت کے ساتھیوں اور پُجاریوں کے زمرے میں آتی ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے حکمران جن سے کفریہ افعال کا ظہور ہو ہر مسلم پر فرض ہو جاتا ہے کہ اس بارے میں اپنی ذمہ داری نبھانے کیلئے اٹھ کھڑا ہو جس میں طاقت وقوت ہوگی اسے ثواب ملے گا جو طاقت کے باوجود سستی کریگا اسے گناہ ملے گا اور جس کی طاقت نہ ہو اسے چاہیئے کہ ایسے ملک سے ہجرت کرلے اس پر اجماع ہے۔(فتح الباری.123/13)

صحیحین میں عبادہ بن الصامت ﷛ سے مروی ہے کہتے ہیں۔

''ہم سے نبی کریم ﷺ نے اس بات پر بیعت لی کہ ہم سنیں گے اطاعت کریں گے چاہے سخت حالات ہوں یا سازگار خوشی ہو یا غمی، ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے (ہم محروم کئے جائیں) پھر بھی اور ہم اہل حکومت سے اختیارات واپس نہ لیں سوائے اس صورت کے کہ ان سے ایسا واضح کفر سرزد ہو جائے جس کے کفر ہونے پر اللہ کے دین میں صریح دلیل موجود ہو۔'' (بخاری مسلم کے علاوہ احمد بیہقی وغیرہ نے بھی اس کو مختلف ابواب و عنوانات کے تحت روایت کیا ہے)۔

ابن ابطالؒ کہتے ہیں: فقہاء نے ایسے حکمران کی اطاعت پر اجماع کیا ہے جس کی برائیاں اچھائیوں سے زیادہ ہوں اس کے ساتھ مل کر جہاد کرنے پر بھی اجماع ہے اس کی اطاعت اس کے خلاف بغاوت سے اس لئے بہتر ہے کہ بغاوت میں لوگوں کا خون بہے گا اس کی دلیل یہ مذکورہ حدیث اور اس جیسی دیگر روایات ہیں البتہ وہ حکمران اس سے مستثنیٰ ہیں جو ایسے کفریہ کام کریں جن کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو یعنی صریح کفر کریں تو انکی اطاعت جائز نہیں ہے بلکہ طاقت وقدرت ہو تو اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے۔(فتح الباری ص8/13)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: مسلمانوں کے علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے جب کوئی گروہ (حکمرانوں کا) اسلام کے ظاہری اور متواتر چلے آنیوالی ذمہ داریوں اور واجبات کی ادائیگی سے دست کش ہو جائیں ان سے قتال کرنا واجب ہو جاتا ہے۔(مجموع الفتاوی۔540/28)

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: ان لوگوں کے بارے میں جو اپنے فیصلے طاغوتی احکام کے پاس لے جاتے ہیں کہتے ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ لوگ اللہ اور اسکی شریعت کے منکر ہیں وہ شریعت جس کی اتباع کا حکم اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانی دیا ہے۔

بلکہ یہ لوگ آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک تمام آسمانی شریعتوں کے منکر ہیں ان کے خلاف جہاد لازم ہو گیا ہے جب تک کہ یہ اسلام کے احکام قبول نہ کریں اور ان پر یقین نہ کرلیں اور اپنے باہمی معاملات کے تصفیے شریعت مطہرہ کے مطابق نہ کریں اور ان تمام شیطانی طاغوتی امور کو چھوڑ نہ دیں جن میں یہ ملوث ہیں۔(الدواء العاجل ۔ص34)

اولیاء الطاغوت (طاغوت کے ساتھی) کون ہیں؟

قرآن مجید نے صرف طاغوت ہی نہیں ''اولیاء الطاغوت'' کا بھی ذکر کیا ہے۔ کیونکہ طاغوت کو جب تک طاغوتی منصب پر فائز نہ کیا جائے وہ ربّ بن ہی نہیں سکتا۔ نہ ہی وہ اپنے لاؤلشکر اور حمایتیوں کے بغیر لوگوں پر اپنا قانون نافذ کرسکتا ہے۔ چنانچہ وہ تمام ادارے اور محکمے نیز ان میں کام کرنے والے افراد جو ملک میں طاغوت کے قوانین کا نفاذ کرتے ہوں اور اس کے تحفظ کے ذمہ دار ہوں' سب اولیاء الطاغوت (طاغوت کے ساتھ' مددگار اور رُفقاء) کے زُمرے میں آتے ہیں۔ جیسے فوج' پولیس' رینجرز' فضائیہ، بحریہ، اور عدالتوں کے وکلاء وغیرہ۔ اور جو لوگ طاغوت کی اطاعت پر راضی ہوں یا اس سے کفر کرنے پر آمادہ نہ ہوں وہ ''**عبادالطاغوت**''(طاغوت کے بندے/ پُجاری) ہیں۔ دین اللہ کے لیے خالص نہیں ہوسکتا جب تک کہ طاغوت' اولیاء الطاغوت اور عبادالطاغوت تینوں سے صاف صاف کفر اور دشمنی کا اعلان نہ کردیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الممتحنة : ۴)

''تم لوگوں کے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں، ہم نے تم سے کفر

کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہوگئی اور بیر پڑ گیا جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔"

طاغوت کی ہمنوائی بلکہ حمایت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ملکی انتخابات کی جاہلی رسم میں شرکت کی جائے اور ووٹ ڈالے جائیں اور ڈلوائے جائیں ......اس بات سے بے نیاز اور بے پرواہ ہوکر ملک کا آئین/ دستور منتخب ممبران اسمبلی کو آزادانہ قانون سازی کے کیا کیا خدائی اختیارات عطا کرتا ہے' اور یہ ارکان پارلیمنٹ بعد میں اللہ کے حقِ حاکمیت میں کس کس طرح ڈاکہ نہ ڈالیں گے۔!

طاغوت کے انتخاب کی صورت میں باطل کی یہ ہمنوائی تو بہت بڑی بات ہے اللہ نے تو ظالمین کی جانب تھوڑے سے جھکاؤ اور میلان کی وجہ سے جہنم کی وعید سنائی ہے:

وَلَا تَرْكَنُوا اِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (هود : ۱۱۳)

"اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف مائل نہ ہونا' نہیں تو تمہیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی۔"

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ سے اس جھکاؤ کی تفسیر بھی سن لیجئے:

"ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (لَا تَرْكَنُوا) سے مراد ہے میلان بھی نہ رکھو۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں مراد ہے کہ تم ان کی بات نہ مانو ان سے محبت اور لگاؤ نہ رکھو، نہ انہیں (مسلمانوں کے) امور سونپو' مثلاً کسی فاسق' فاجر کو کوئی عہدہ سونپ دیا جائے۔ امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔"جو ظالموں کے ظلم کے لیے دوات بنائے یا قلم تراش دے یا انہیں کاغذ پکڑا دے وہ بھی اس آیت کی وعید میں آتا ہے۔"

ارشاد نبوی ﷺ ہے:((اذا قال الرجل للمنافق سید فقد اغضب ربه عز وجل)) (مستدرک حاکم)

"جب کسی شخص نے منافق کو سید کہا تو اس نے اپنے ربّ کو ناراض کیا" جناب بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "منافق کو صاحب تک بھی نہ کہو کیونکہ اگر وہ تمہارا صاحب ہے تو تم نے اپنے ربّ کو ناراض کر لیا۔

(مجموعة التوحید :۱۱۸-۱۱۹)

اولیاء الطاغوت اور عبادالطاغوت سے کفر اور دشمنی کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح طاغوت سے

کفر کرنا کیونکہ جو اللہ کے دشمن کا دوست ہے، وہ اللہ اور اس کے دوست کا دشمن ہے۔ ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ طاغوت سے کفر کی صورت یہ ہے کہ طاغوت کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ اُس سے بُغض وعداوت رکھتے ہوئے اُس سے اور اُس کے ساتھیوں اور پیروکاروں سے علیحدہ رہا جائے۔ اور ان سب سے برأت اور دشمنی کا اعلان قول اور عمل دونوں کے ساتھ کیا جائے۔

اسلامی شریعت میں مشرکوں سے مخالفت فرض ہے۔ مگر طاغوت سے کفر و براءت (بیزاری) اسلام کا فرضِ اولین ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی موحد کی طاغوت یا اُسکے ساتھیوں اور پیروکاروں کے ساتھ دوستی ہو۔ کیونکہ تحریک اسلامی کی ٹکر طاغوت سے ہونا ناگزیر ہے۔ اہل حق و باطل میں معرکہ عنقریب ہونے والا ہے لہٰذا اہل حق کا فرض ہے کہ اپنے ہتھیاروں سے لیس ہوں اور دشمنان دین کے خلاف اللہ سے مدد و استقامت طلب کریں دشمن مرتدین کی شکل میں سامنے ہے اور ان کی پشت پر یہود نصاری اور لادین طبقات ہیں جنھوں نے خود کو علم و عمل سے مسلح کر رکھا ہے اب مسلمانوں سے یہی التجا ہے کہ مسلمان بھائیو، بیٹو، جوانو، موت کی طرف بڑھو زندگی خود بخود تمہارے قدم چومے گی۔

اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید خالص کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اسے لوگوں میں عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)